ربیع النور ۱۴۴۵ھ | ستمبر ۲۰۲۳ء | پہلا شمارہ

اختیاراتِ مصطفیٰ ﷺ

میلاد النبی ﷺ منانے کا مقصد

کیا حضور ﷺ کی ولادت ۱۲ ربیع الاول ہی ہے؟

جاء الحق کا تعارفی جائزہ

نعت رسول مقبول ﷺ

ترے در پہ آؤں میں اے شاہِ عالم

مشہد رضا عطاری

ترے در پہ آؤں میں اے شاہ عالم
ترے در سے خیرات پاتا ہے عالم

ترے دم قدم سے ہی رفعت ملی ہے
زمانے کے ولیوں کو سلطان عالم

فراق مدینہ میں دل مضطرب ہے
بلا جلد در پر اے مختار عالم

تری نعت گوئی ہے بخشش کا وصلہ
شفاعت ملے حشر میں شاہ عالم

فراق مدینہ میں دم ٹوٹ کر اب
نکلنے لگا ہے بچا جان عالم

سر عرش جانے پہ ہے تم کو قدرت
ذرا دل نشیں میرے ہو جان عالم

مرے جینے کا بس تمھیں ہو سہارا
تمہیں یاد کرتا رہوں جان عالم

ہے رتبے میں جو عرش سے بھی معظم
محلہ وہ دیکھوں کبھی نور عالم

مدینہ مدینہ رہے ہر گھڑی اور
بنے آخری گھر در شاہ عالم

جہاں وہ مکیں ہیں وہ عرش بریں ہے
مکین دل و جاں ہیں ایمان عالم

گناہوں کی عادت نکل جائے مجھ سے
کرم ہو کرم یا شہنشاہ عالم

ترے در سے خیرات پاتے ہیں منگتے
ترے در سے پلتے ہیں شاہان عالم

ترے حوض کے جام کا گھونٹ پی کر
سقر کا خطر نہ رہے جان عالم

مرے درد و دکھ دور کر دو مسیحا!
شفایاب ہوں سب مریضان عالم

عطا ہو تیرا درد الفت مجھے بھی
اسی درد میں نکلے دم جان عالم

مرادیں ہماری بھی کیجے مکمل
تمہی پورے کرتے ہو ارمان عالم

سر حشر رکھنا بھرم اس گدے کا
ملے حوض سے مے شہنشاہ عالم

ترا مثل رب نے بنایا نہیں ہے
سبھی چھان ڈالے گلستان عالم

جدائی میں تیری تڑپ بڑھ رہی ہے
بلا قرب میں جلد مختار عالم

تیری نظر رحمت سے بھر جائیں آقا
جو پھیلے ہوئے ہیں یہ دامان عالم

سرور دل و جان پیارا مدینہ
دکھا بہر مرشد وہ در شاہ عالم

سگ سرور دیں کی ہے شان سن لو
کہ مغلوب ہیں ان سے شیران عالم

سر حشر مشہد پہ اتنا کرم کر
خدا بخش دے بہر سردار عالم

اداریہ

ماہنامہ جہان علم کا اغراض و مقاصد؟

محمد مجیب قادری حنفی رضوی العربی

بسم اللہ الرحمن الرحیم
حامدا و مصلیا

ماہ ربیع النور کے اس پر بہار ماہ میں "ماہنامہ جہان علم" کا پہلا شمارہ آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اسلام کی تبلیغ واشاعت اور دین کا تحفظ ودفاع اور اشاعت اسلام کی خدمت بذریعہ تحریر و تقریر بجالانا ہمارے اسلاف کا قدیم شیوہ رہا ہے اس ماہنامہ کے ذریعے اسلام کی تحریری خدمت سر انجام دینا ہر فرد ہر گھر ہر مکتب تک اَحکام کتاب و سنت اور علم دین اور فکر رضا پہنچانا ماہنامہ جہان علم کا بنیادی مقاصد میں شامل ہے۔

اسی طرح نئے محررین کو مزید تقویت دینا ماہنامہ جہان علم کا ہدف اول ہے،
ماہنامہ جہان علم اپنے بنیادی مقاصد کی ابتدا اس بابرکت ماہ ماہ ربیع الاول سے کرنے جارہا ہے
۔

جہاں تک تحریر کی راہ سے اسلام کی خدمت انجام دینے کا تعلق ہے اس کے دو حصے ہیں ایک تصنیف وتالیف دوسرے تحریر وصحافت تحریر وتصنیف تاریخی لحاظ سے بود وباش کے مختلف سانچوں میں ڈھلتی رہی ہے ایک وقت وہ تھا کہ تحریر وتصنیف چمڑے کے ٹکڑوں، ہڈیوں اور کھجور کی چھالوں پر ہوتی تھی چنانچہ تصنیف محض جمع و وضع کا نام تھا تدوین و ترتیب کے مستقل اصول موجود نہ تھے موجودہ دور میں رموزِ تحریر فنی اور تحقیقی اعتبار سے تہذیب و تنقیح کے آسمانِ عروج کو چھو چکا ہے چنانچہ یہ بات مسلم ہے کہ متقدمین کے ہاں آزاد تحریروں میں عموماً ابہام کی جن مشکل صورتوں سے قاری کو دوچار ہونا پڑتا تھا، زمانہ کی تیز رفتاری اور سہولت پسندی کے تقاضے کافی حد تک اس کی تحلیل کر چکے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ مشاکل قارئین کے لیے اب نہیں اب ہر ماہ حالات حاضرہ اور ہر ماہ کے پیش نظر مختلف تحقیقی مضامین دلائل و براہین سے بھرپور ماہنامہ جہان علم کی شکل میں اپ کے ہاتھوں میں ہوگا،

ماہنامہ جہان علم میں آپ کو ہر ماہ حالات حاضرہ پر اداریہ حمد و نعت، درسِ قرآن و درس حدیث،
آپ کا سوال اور مفتی صاحب کا جواب،
گوشہ خواتین پر اہم مضمون،
رد رفض و گمراہی،
اور بھی بہت کچھ آپ کو پڑھنے کو ملے گا!!

قارئین کو معلوم ہونا چاہئے کہ نصرتِ دین اسلام کی کئی شکلیں ہیں

١/ حصولِ علم و عمل سے،
٢/ دعوت و تبلیغ دین سے،
٣/ اسلام کو تمام ادیان پر غالب کرنے کی جدوجہد سے،
٤/ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت وفضائل بیان کرنے سے،
٥/ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کیے جانے والے گمراہ کن پروپیگنڈے کے دفاع سے،
٦/ نصرتِ دین مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے۔

نصرت دین مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعدد طریقے اور مختلف شکلیں ممکن ہیں جن میں سے مختلف سطحوں پر قابلِ عمل بعض طریقے یہ ہیں۔

انفرادی سطح پر

١/ قرآن وسنت اور اجماعِ امت کے اور فقہ حنفی کے ان دلائل کا علم حاصل کیا جائے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت وفرمانبرداری اور اقتداء و پیروی کے واجب ہونے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم مقام و مرتبہ کا پتہ دیتے ہیں۔
٢/ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاقِ عالیہ و خصالِ کریمہ کے استحضار کے ساتھ اپنے دلوں میں حب مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے نقوش ثبت کیے جائیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کو دنیا کی ہر چیز کی محبت پر غالب کیا جائے۔ تاکہ قیامت کے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت کا حصول ممکن ہو۔
٣/ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث وسنن کا بھرپور ادب واحترام کیا جائے۔
٤/ / نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پر مشتمل مستند و معتبر کتب کا مطالعہ کیا جائے اور اس کی روشنی میں اپنی زندگی کے روز وشب کا جائزہ لے کر اپنی کوتاہیوں کو دور کیا جائے
٥/ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں میں سے کسی بھی سنت کا مذاق یا آپ کی ادنی گستاخی کرنے والے ہر اس شخص سے دلی نفرت کریں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں اور ذات وصفات کی تضحیک کرے۔

خاندانی ومعاشرتی سطح پر

٦/ بچوں کی اس انداز سے تربیت کریں کہ وہ محبانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم بنیں اس کے لیے اپنے گھر کی لائبریری میں سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر مشتمل کتابوں سی ڈیز اور رسائل کو جمع کرنا اور ہفتے وار یا کم از کم ماہانہ ایک درس کا اہتمام کرنا ضروری ہے جس میں

سارے گھر والے شرکت کریں۔ بالخصوص ابتداء میں فرض علوم اور بنیادی عقائد کی بچوں کو تعلیم دی جائے۔

۷/ بچوں کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت شُدہ مسنون و ماثور اذکار و دعائیں یاد کروائی جائیں اور انھیں اخلاق و اعمالِ مسنونہ کا عادی بنایا جائے۔

تعلیمی اداروں کی سطح پر

۸/ تعلیمی اداروں میں سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر مشتمل ایک لازمی مضمون کا اضافہ کیا جائے اور اس موضوع پر خصوصی لیکچرز کا اہتمام کیا جائے۔

۹/ دینی تبلیغی کام کرنے کروانے کے لیے ہر ممکن کوشش اور تعاون کیا جائے۔

۱۰/ سیرت کے موضوع پر لکھی گئی کتب و رسائل کو عام کیا جائے اور ان کے مؤلفین کی حوصلہ افزائی کی جائے تا کہ نئے لوگ بھی آگے بڑھیں نیز پی ایچ۔ڈی کے مقالات میں سیرت نگاری کو خاص اہمیت دی جائے۔

۱۱/ مدارس و جامعات سکولوں کالجوں اور یونیورسٹیوں میں سیرت نمائشیں لگائی جائیں اور طلبہ و عوام کو سیرت کے تمام گوشوں سے روشناس کروایا جائے۔ اور لائبریریوں میں سیرت سے متعلقہ زیادہ سے زیادہ کتب کے لیے باقاعدہ ایک کارنر مخصوص کیا جائے۔

۱۲/ سیرت انسائیکلوپیڈیا تیار کروایا جائے اور اسے مختلف زبانوں میں ترجمہ کرکے عام کیا جائے۔

۱۳/ طلبا و طالبات میں ہر سال ملکی و عالمی سطح پر مقالہ نویسی کا ایک مقابلہ کروایا جائے جس میں سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے بہترین مقالات پر قیمتی انعامات کا اعلان ہو۔

ائمہ مساجد، دعاۃ و مبلّغین اور طالب علموں کی سطح پر

۱٤/ اپنے خطبات و دروس اور لیکچرز میں دعوت و رسالتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص بیان کرنے کا خصوصی اہتمام کریں۔

۱۵/ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کفار و مشرکین اور منافقین کے ساتھ تعلقات کو بیان کریں تا کہ لوگوں کا ذہن کشادہ ہوں اور انتہا پسندی کا خاتمہ ہو

۱٦/ نماز کے دوران تلاوت کی گئی خصوصاً ان آیات کی چند منٹوں کے لیے تفسیر و تشریح بیان کی جائے جو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت و اخلاق سے تعلق رکھنے والی ہوں

۱۷/ بچوں اور نوجوانوں میں تحفیظ السنۃ والسیرۃ کا شوق و جذبہ پیدا کرنے کے لیے مختلف قسم کے انعامات رکھے جائیں۔

۱۸/ جو شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بے ادبی و گستاخی اور ناموسِ رسالت کی خلاف ورزی کرے، اس کے بارے میں ائمہ و علماء کے فتاویٰ کی روشنی میں اس کا حکم بیان کیا جائے اور ایسے لوگوں سے براءت و بیزاری کا اظہار کیا جائے۔

۱۹/ غلو و مبالغہ آمیزی کی قباحت سے لوگوں کو قرآنِ کریم اور سنتِ مطہرہ اور اکابرین فقہاء کے دلائل کی روشنی میں آگاہ کیا جائے اور اس کے لیے تمام ذرائع ابلاغ حتی المقدور ریڈیو ٹی وی اخبارات اور انٹرنیٹ وغیرہ کو بروئے کار لایا جائے۔

۲۰/ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف پیدا کیے گئے اعتراضات کا رد اور اشکالات کا ازالہ کیا جائے اور اس کے لیے لوگوں کو سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصل مصادر کے مطالعہ کی تاکید کی جائے۔

چونکہ یہی ہمارے دین و ایمان کی اصل پونجی و سرمایہ ہے

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

قادرِ کُل کے نائبِ اکبر
کُن کا رنگ دکھلاتے یہ ہیں
ان کے ہاتھ میں ہر کنجی ہے
مالکِ کُل کہلاتے یہ ہیں
ان کے نام کے صدقے جس سے
جیتے ہم ہیں، جلاتے یہ ہیں
ان کا حکم جہاں میں نافذ
قبضہ کُل پہ رکھاتے یہ ہیں

از قلم عبدہ المذنب محمد مجیب قادري حنفي رضوي العربي
2023/09/09

احکامِ قرآن

عنوان: تصرفات و اختیارات مصطفی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم

دانیال رضا پیروانی

وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُۚ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْاۚ -(الحشر:۷)

ترجمہ کنز العرفان: اور رسول جو کچھ تمہیں عطا فرمائیں وہ لے لو اور جس سے تمہیں منع فرمائیں تو تم باز رہو۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ رسول اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم جو چاہیں وہ عطا فرما سکتے ہیں، اب چاہے وہ شریعت کے احکام ہو یا مال و دولت ہو،

اسی طرح ایک اور آیت مبارکہ میں فرمایا کہ

وَمَا نَقَمُوْۤا اِلَّاۤ اَنْ اَغْنٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ ۔(التوبۃ:۷۴)

ترجمہ کنز العرفان: انہیں یہی برا لگا کہ اللہ اور اس کے رسول نے انہیں اپنے فضل سے غنی کر دیا۔

اس آیتِ کریمہ سے بھی معلوم ہوا کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم بھی لوگوں کو غنی اور مالدار فرماتے ہیں اور دوسروں کو غنی وہی کرتا ہے جو خود مالک و مختار ہوتا ہے تو حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اللہ عزوجل کے اذن اور اس کے حکم سے مختار کل ہیں جس کو جو چاہیں جیسا چاہیں نواز دیں، یہی ہمارا عقیدہ ہے۔

اسی عقیدے کو بیان کرتے ہوئے صدر الشریعہ بدر الطریقہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اللہ عزوجل کے نائبِ مطلق ہیں، تمام جہان حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے تحتِ تصرّف کر دیا گیا، جو چاہیں کریں، جسے جو چاہیں دیں، جس سے جو چاہیں واپس لیں، تمام جہان میں اُن کے حکم کا پھیرنے والا کوئی نہیں، تمام جہان اُن کا محکوم ہے اور وہ اپنے رب کے سوا کسی کے محکوم نہیں، تمام آدمیوں کے مالک ہیں جو انہیں اپنا مالک نہ جانے حلاوتِ سنّت سے محروم رہے، تمام زمین ان کی ملک ہے، تمام جنت اُن کی جاگیر ہے، ملکوتُ السمٰوات والارض حضور کے زیر فرمان ہیں، جنت و نار کی کنجیاں دستِ اقدس میں دیدی گئیں، رزق و خیر اور ہر قسم کی عطائیں حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ہی کے دربار سے تقسیم ہوتی ہیں، دنیا و آخرت حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی عطا کا ایک حصہ ہے۔ احکامِ تشریعیہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے قبضہ میں کر دیے گئے کہ جس پر جو چاہیں حرام فرمادیں اور جس کے لیے جو چاہیں حلال کر دیں اور جو فرض چاہیں معاف فرمادیں۔(بہار شریعت ج 1، ص ۸۵.۸۰)

مختار کل کی وضاحت: نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے مختار کل ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ اللہ تعالی نے نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو کل اختیار دے کر خود معطل ہو گیا ہے، معاذ اللہ یہ صریح کفر ہے۔ نہ اس کا یہ مطلب ہے کہ نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم جو کچھ کرنا چاہیں اس پر آپ قادر اور مختار ہیں کیونکہ یہ صرف اللہ عزوجل کی شان ہے کہ وہ جو چاہے کرتا ہے۔ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تو چاہتے تھے کہ تمام کافر اسلام لے آئیں خصوصاً ابوطالب کے لیے آپ کی بڑی خواہش اور بہت کوشش تھی کہ وہ مسلمان ہو جائے لیکن ایسا نہیں ہوا۔ اس لئے مختار کل کا ہمارے نزدیک صرف یہ معنی ہے کہ اللہ تعالی نے آپ کو کل مخلوق سے زیادہ اختیار عطا فرمایا ہے۔ آپ اللہ تعالی کی مشیت اور اس کی مرضی کے تابع ہو کر جس معاملہ میں اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں، اللہ اپنے فضل و کرم سے اس کو قبول فرمالیتا ہے۔ آپ اللہ تعالی کے اذن اور اس کے حکم سے بھی دعا فرماتے ہیں اور اپنی وجاہت کی بناء پر بھی دعا فرماتے ہیں اور بعض امور میں اللہ تعالی کی دی ہوئی طاقت اور قدرت سے براہ راست تصرف بھی فرماتے ہیں۔ ان تمام امور کے ثبوت میں احادیث صحیحہ وارد ہیں۔(تبیان القرآن، الاعراف، تحت الآیۃ:۳۵)

احکام کی اقسام:

احکام کی دو قسمیں ہیں: (1) تشریعیہ (2) تکوینیہ

تشریعیہ: یعنی کسی فعل کو فرض یا حرام یا واجب یا مکروہ یا مستحب یا مباح کر دینا۔

تکوینیہ: جیسے کہ زندہ کرنا، مارنا، کسی کی حاجت پوری کر دینا، کسی سے مصیبت دور کر دینا، کسی کو مالدار کر دینا وغیرہ وغیرہ۔

اللہ تعالیٰ نے دونوں قسم کے اختیارات اپنے محبوب کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو عطا فرمائے ہیں۔

مسلمانوں کے سچے دین میں ان دونوں حکموں کی ایک ہی حالت ہے کہ غیر خدا کی طرف بوجہ ذاتی احکام تشریعی کی اسناد بھی شرک۔

مگر کچھ وہابی ان دو قسموں میں فرق کرتے ہیں، اگر کہیئے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے یہ بات فرض کی یا فلاں کام حرام کر دیا تو شرک کا سودا نہیں اُچھلتا، اور اگر کہیئے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے نعمت دی یا غنی کر دیا تو شرک سوجھتا ہے۔(فتاوی رضویہ ملخصا، ج ۳۰، ص ۵۱۱)

رسول اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے لیے تشریعی اختیارات کے ثبوت پر درج ذیل دلائل ہیں:

صرف دو نمازیں کر دی: ایک صاحب خدمتِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم میں حاضر ہو کر اس شرط پر اسلام لائے کہ صرف دو نمازیں پڑھوں گا، نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اسے قبول فرمالیا۔(مسند احمد بن حنبل، حدیث رجال من اصحاب النبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم، ج۵، ص ۲۵)

پوری امت کو حکم ہے ۵ نمازوں کا لیکن نبی مختار ہیں جس کے لیے چاہیں کمی کر دیں۔

چھ ماہ کی بکری کی قربانی جائز فرمادی: حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان کے ماموں ابو بردہ بن نیاز رضی اللہ عنہ نے نمازِ عید سے پہلے قربانی کر لی تھی، جب

معلوم ہوا کہ یہ کافی نہیں ہے تو عرض کی: یارسول اللہ! وہ تو میں کرچکا اب میرے پاس چھ مہینے کا بکری کا بچہ ہے مگر سال بھر والے سے اچھا ہے۔ فرمایا: اس کی جگہ کر دو اور ہرگز اتنی عمر کی بکری تمہارے بعد کسی دوسرے کی قربانی میں کافی نہ ہوگی۔ (صحیح البخاری، کتاب العیدین، ج۱، ص۱۱۲) اسی طرح حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ کی اکیلے کی گواہی کو حضور علیہ السلام نے دو مردوں کے برابر قرار دیا۔ (سنن ابی داود، کتاب القضاء، ج۲، ص۱۵۲)

اور کئی احادیث ہیں جن سے حضور ﷺ کے لیے احکام تشریعی کے اختیارات کا ثبوت ملتا ہے۔

رسول اکرم ﷺ کے لیے تکلیفی اختیارات کے ثبوت پر دلائل درج ذیل ہیں:

حافظہ عطا فرما دیا: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ سے عرض کی: یارسول اللہ! میں نے آپ سے بہت سی حدیثیں سنی ہیں لیکن وہ سب بھول گیا، حضور ﷺ نے فرمایا: اپنی چادر پھیلاؤ، میں نے پھیلا دی تو آپ نے اپنی مٹھی بھر کر اس میں ڈال دی، پھر فرمایا اسے سینے سے لگالو میں نے لگالی، پس میں اس کے بعد کسی حدیث کو نہیں بھولا۔ (صحیح البخاری، ج۱، ص۳۵)

چاند کو دو ٹکڑے فرمادیا: حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: مکہ والوں نے رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ: آپ کوئی معجزہ دکھائیں تو سرکار ﷺ نے چاند کے دو ٹکڑے فرما کر انہیں دکھادیا، یہاں تک کہ مکہ والوں نے حراء پہاڑ کو چاند کے دو ٹکڑوں کے درمیان دیکھا۔ (بخاری، باب انشقاق القمر، ج۵، ص۴۹)

اشارہ جدھر چاند اُدھر: سیدنا عباس بن المطلب رضی اللہ عنہما نے حضور ﷺ سے عرض کی، میرے اسلام لانے کا سبب حضور ﷺ کے ایک معجزے کو دیکھنا بنا، میں نے حضور کو دیکھا کہ حضور گہوارے میں چاند سے باتیں فرماتے، جس طرف انگشت مبارک سے اشارہ کرتے چاند اسی طرف جھک جاتا۔

سیّدِ عالم ﷺ نے فرمایا: ہاں میں اُس سے باتیں کرتا تھا، وہ مجھ سے باتیں کرتا اور مجھے رونے سے بہلاتا، میں اس کے گرنے کا دھاکہ سنتا تھا جب وہ زیر عرش سجدے میں گرتا۔ (الخصائص الکبری، باب مناغاۃ للقمر، ج۱، ص۳۵، دلائل النبوۃ للبیھقی، ج۲، ص۱۴)

اسی طرح اوپر جو آیت گزری اس میں بھی ذکر ہے رسول اللہ ﷺ کے غنی کرنے کا تو غنی کرنا بھی تو احکام تکوینیہ سے ہے۔

حضور ﷺ مختار کل ہیں، یہی ہمارے اسلاف کا بھی عقیدہ رہا ہے علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: "صرف احکام ہی کی خصوصیت نہیں بلکہ حضور جس چیز سے چاہیں جسے چاہیں خاص فرمادیں"۔ (شرح الزرقانی، ج۲، ص۳۲۲)

اور امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے الخصائص الکبریٰ میں ایک باب باندھا جس کا آپ نے نام رکھا: "باب اس بیان میں کہ نبی ﷺ کو یہ منصب خاص حاصل ہے کہ آپ جسے چاہیں جس حکم کے ساتھ چاہیں خاص فرمادیں"۔

اسی طرح کئی کبار آئمہ و محدثین سے اختیارات مصطفیٰ ﷺ کی تصریحات ملتی ہیں لیکن اتنی بیش بہا تصریحات اور دلائل موجود ہونے کے باوجود بھی آج کے دور میں بعض لوگ اختیارات مصطفیٰ ﷺ کے منکر ہیں اسکی وجہ یا تو پھر ہٹ دھرمی ہے یا اپنے آباء کی اندھی تقلید۔

اللہ عزوجل ایسے لوگوں کو ہدایت عطا فرمائے۔ اور ہمیں اپنے عقائد کو سیکھنے سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین بجاہ النبی صلّی اللہ علیہ وسلم

فقہی مسئلہ

حالت احرام میں حیض آجائے تو عمرہ کس طرح مکمل کرے؟

محمد مجیب قادری رضوی حنفی العربی

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ!

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے متعلق کہ:

اگر کوئی عورت 21 دن کے لیے عمرہ پر جائے اور جاتے ہی حیض آجائے تو کیا حکم ہو گا؟ کیونکہ ایک عمرہ تو جاتے ہی کرنا ہوتا ہے۔؟ شرعی رہنمائی فرمادیں!!

جزاک اللہ خیرا

سائلہ: عائشہ، شہر فیصل آباد گروپ فقہی مسائل برائے خواتین شرعی سوال وجواب لاہور، پاکستان

نحمده ونصلي على رسوله الأمين

وعليكم السلام ورحمة الله وبركاته

الجواب بعونہ تعالیٰ عزوجل

عمرہ کے لئے جاتے ہی اگر حیض آجائے اور ویزا بڑھنے کی امید ہو پھر پاکی کا انتظار کرے پاک ہو کر احرام باندھے پھر عمرہ مکمل کرے۔

اور اگر ویزا بڑھنے کی امید نہ ہو یا دیگر پریشانی ہو پھر حالت حیض میں احرام باندھ لے اور سوائے طواف اور نماز کے باقی عمرہ کے تمام افعال ادا کرے۔

یعنی حالت حیض میں عورت طوافِ کعبہ نہیں کر سکتی، اس کے علاوہ دیگر مناسک ادا کر سکتی ہے۔ یا مدینہ طیبہ سے واپسی پر طواف کر کے احرام کھولے تاکہ اس کا عمرہ ادا ہو جائے۔ اگر ایسا کرنا ممکن نہ ہو تو عورت بغیر طواف کیے احرام کھول دے اور ایک بکرا بطور دم ذبح کرے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَأَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلَّهِ فَإِنْ أُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ

اور حج اور عمرہ (کے مناسک) اللہ کے لئے مکمل کرو، پھر اگر تم (راستے میں) روک لئے جاؤ تو جو قربانی بھی میسر آئے (کرنے کے لئے بھیج دو)۔(البقرة، 2:196)

لہٰذا مذکورہ صورتوں میں سے جو بھی ممکن ہو اس پر عمل کر لیا جائے۔

چونکہ ایام حیض میں عورت کے لیے جن امور کی انجام دہی ممنوع ہے ان میں سے ایک مسجد میں داخلہ بھی ہے۔ اس حوالے سے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد کے صحن میں داخل ہوئے اور بلند آواز سے اعلان فرمایا:

إِنَّ الْمَسْجِدَ لَا يَحِلُّ لِجُنُبٍ، وَلَا لِحَائِضٍ

مسجد کسی جنبی اور حیض والی کے لیے حلال نہیں ہے (ابن ماجه، السنن، كتاب الطهارة وسننها، باب في ماجاء في اجتناب الحائض المسجد، 1:212، رقم: 645، بيروت: دار الفكر)

خانہ کعبہ چونکہ مسجد حرام کے وسط میں واقع ہے، اس لیے ناپاکی کے ایام میں عورت بیت اللہ کا طواف نہیں کر سکتی۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

الْحَائِضُ تَقْضِي الْمَنَاسِكَ كُلَّهَا إِلَّا الطَّوَافَ بِالْبَيْتِ

حیض والی عورت بیت اللہ شریف کے طواف کے علاوہ باقی تمام مناسک ادا کرے گی۔(أحمد بن حنبل، المسند، 6:137، رقم: 25099، مصر: مؤسسة قرطبة)

اور حضرت عبد الرحمن بن قاسم نے اپنے والد ماجد سے روایت کی ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ایک روایت میں فرمایا:

قَدِمْتُ مَكَّةَ وَأَنَا حَائِضٌ، وَلَمْ أَطُفْ بِالْبَيْتِ وَلاَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ قَالَتْ: فَشَكَوْتُ ذَلِكَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: افْعَلِي كَمَا يَفْعَلُ الحَاجُّ غَيْرَ أَنْ لاَ تَطُوفِي بِالْبَيْتِ حَتَّى تَطْهُرِي

میں مکہ مکرمہ پہنچی تو میں حیض سے تھی، میں نے بیت اللہ کا طواف نہ کیا اور نہ صفا و مروہ کے درمیان دوڑی۔ انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کی شکایت کی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اسی طرح کرو جیسے دوسرے حاجی کرتے ہیں سوائے اس کے کہ بیت اللہ کا طواف نہ کرو، یہاں تک کہ تم پاک ہو جاؤ۔(بخاري، الصحيح، كتاب الحج، باب تقضي الحائض المناسك كلها إلا الطواف بالبيت وإذا سعى على غير وضوء بين الصفا والمروة، 2:594، رقم: 1567، بيروت)

اسی طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مرفوع حدیث بیان کی ہے

أَنَّ النُّفَسَاءَ وَالْحَائِضَ تَغْتَسِلُ وَتُحْرِمُ وَتَقْضِي الْمَنَاسِكَ كُلَّهَا، غَيْرَ أَنْ لَا تَطُوفَ بِالْبَيْتِ حَتَّى تَطْهُرَ

نفاس اور حیض والی عورتیں غسل کر کے احرام باندھیں اور تمام مناسک حج ادا کریں سوائے طواف کعبہ کے، جب تک کہ پاک نہ ہو جائیں۔(ترمذي، السنن، کتاب الحج، باب ماجاء ماتقضي الحائض من المناسک، 3:282، رقم:945، بیروت: دار إحياء التراث العربي)

اور صاحب ہدایہ فرماتے ہیں:

وَلَا تَطُوفُ بِالْبَيْتِ لِأَنَّ الطَّوَافَ فِي الْمَسْجِدِ

اور حیض والی عورت بیت اللہ کا طواف بھی نہ کرے کیونکہ طواف مسجد میں ہوتا ہے۔(الهداية شرح البداية، 1:31، المكتبة الإسلامية)

واللہ ورسولہ اعلم بالصواب

کتبہ / عبدہ المذنب محمد مجیب قادری حنفی رضوی العربی لہان 18 خادم دارالافتاء البرکاتی علماء فاونڈیشن شرعی سوال وجواب ضلع سرہا نیپال

2023/09/01

علم الحدیث

عرفان الحدیث (قسط نمبر ۱)

بلال احمد شاہ ہاشمی

متن الحدیث:

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ، وَالْمُهَاجِرُ مَنْ هَجَرَ مَا نَهَى اللّٰهُ عَنْهُ (بخاری شریف: کتاب الایمان، الحدیث: 10)

ترجمۃ الحدیث:

سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان سلامت رہیں اور مہاجر وہ ہے جو ان کاموں کو چھوڑ دے جن سے اللہ نے منع فرمایا۔

مفہوم الحدیث:

اس حدیث طیبہ میں دو باتوں کو بیان کیا گیا۔

(1) حقوق اللہ (2) حقوق العباد

حقوق العباد میں سے ہے کہ تمہاری وجہ سے کسی مسلمان کو تکلیف نہ پہنچے اور حقوق اللہ میں سے ہے کہ ممنوعاتِ شرعیہ سے بچتے رہو اور مامورات پر عمل کرتے رہو۔

مفادات الحدیث:

یہ حدیث طیبہ ان احادیث میں شمار کی جاتی ہے جنہیں جوامع الکلم کہا جاتا ہے۔

المسلم سے کامل مسلمان مراد ہے، یعنی کامل مسلمان وہ ہے جسکی زبان وہاتھ (کے ضرر) سے دیگر مسلمان محفوظ رہیں اس میں حصر مقصود نہیں کہ فقط یہی کام کرنے سے بندہ کامل مسلمان بن جائے گا، بلکہ موقع و محل کی مناسبت سے مختلف مواقع پر سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف ارشادات فرمائے ہیں۔

یہ حدیث شریف اس بات پر دلالت کر رہی ہے کہ زبان سے اقرار اور دل سے تصدیق کر لینے سے بندہ دائرہ اسلام میں داخل تو ہو جاتا ہے مگر کامل کا درجہ پانے کے لیے مقتضیاتِ دین و تعلیماتِ اسلام کا عامل ہونا ضروری ہے۔

پورے جسم میں سے نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے زبان وہاتھ کا ذکر فرمایا، اس کا یہ مطلب نہیں کہ دیگر اعضاء سے تکلیف دینا جائز ہے، بلکہ کسی بھی (عضو سے) طرح سے مسلمان کو نقصان پہنچانا جائز و درست نہیں۔

ان دو اعضا کو خاص طور پر ذکر اس لیے کیا گیا کہ اکثر و بیشتر، ایذا رسانی ان دو اعضا کے ساتھ ہی ہوتی ہے جیسا کہ کسی کی دل آزاری کرنا، غیبت کرنا، گالم گلوچ کرنا وغیرہ کا تعلق زبان سے ہے اور لڑائی جھگڑا، قتل کرنا وغیرہ کا تعلق ہاتھ سے ہے۔

زبان و ہاتھ میں سے پہلے زبان کا ذکر اس لیے کیا گیا کہ زبان سے لگنے والے زخم، زیادہ تکلیف دہ اور دیر پا ہوتے ہیں۔

مشہور مقولہ ہے کہ:

جِرَاحَاتُ السِّنَانِ لَهَا الْتِيَام
وَلَا يَلْتَامُ مَا جَرَحَ اللِّسَان

نیزے کے زخم تو اچھے (ٹھیک) ہو جاتے ہیں لیکن زبان کے زخم (زبان کے ذریعے لگنے والے زخم) اچھے نہیں ہوتے۔

حدیثِ پاک کے دوسرے حصہ میں نبی رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: مہاجر وہ ہے جو منہیات (سے دور رہے) کو چھوڑ دے۔

اس کلام کی تشریحات و توجیہات بیان ہو سکتی ہیں ان میں سے دو ذیل میں ذکر کی جا رہی ہیں۔

(1) یہ خطاب مہاجرین سے تھا کہ اے گروہ مہاجرین اپنی ہجرت (گھر بار چھوڑ کر مکہ سے مدینہ آکر بسیرا کر لینا) کو کافی سمجھ کر اس پر ہی تکیہ نہ کر لینا کہ اب کوئی نیکی کرنے کی ضرورت نہیں ہم جو چاہیں کرتے رہیں بلکہ اصل و حقیقی ہجرت تو یہ ہے کہ جن باتوں و کاموں سے اللہ عزوجل نے روکا ان سے بندہ رک جائے یعنی گناہوں سے دور رہے۔

(2) یہ خطاب ان لوگوں سے تھا جو ہجرت نہیں کر پائے، ہجرت کی فضیلت نہ مل سکنے کا افسوس ہوتا تھا تو نبی علیہ السلام نے تب فرمایا کہ: "باصل مہاجر تو وہ ہے جو ممنوعات سے رک جائے، لہٰذا افسوس نہ کرو ہجرت کی فضیلت تم بھی پا سکتے ہو کہ اگر تم ممنوعات شرعیہ سے بچتے رہے اور مامورات پر عمل کرتے رہے تو تم بھی مہاجرین سے کم نہیں بلکہ تمہارا شمار بھی صفِ مہاجرین میں ہو گا۔

الفاظ کے معانی: ہجر کا لغوی معنی ہے "چھوڑ دینا" مہاجر کا لغوی معنی ہوا چھوڑنے والا اصطلاح شرع میں دین بچانے کی خاطر وطن کو چھوڑ دینے والے کو مہاجر کہا جاتا ہے۔

احکام الحدیث:

(1) کسی مسلمان کو ایذا دینا جائز نہیں چاہے وہ زبان سے ہو یا کسی اور طریقے سے۔

(2) کامل مسلمان بندہ تبھی کہلائے گا جب تعلیمات دین کے مطابق چلے گا فقط دعوی ایمان کافی نہیں۔

(3) حقوق العباد و حقوق اللہ کی ادائیگی میں کسی طرح کی کوتاہی کرنا جائز نہیں۔

(4) ایمان گھٹتا و بڑھتا نہیں بلکہ اعمال کے حساب سے مسلمان کے درجات مختلف ہوتے ہیں۔

بحکم حدیث ہمیں چاہیے کہ ہماری وجہ سے مسلمانوں کو کسی طرح کی کوئی تکلیف نہ ہو اور جن کاموں سے اللہ پاک اور اسکے پیارے حبیب علیہ الصلوۃ والسلام نے منع فرمایا ان سے رک جائیں اور جن کاموں کو کرنے کا حکم ارشاد فرمایا ان سے غافل نہ ہوں۔

تذکرۃ الاولیاء

شاہ آلِ رسول اچھے میاں رحمۃ اللہ علیہ

دانیال سہیل عطاری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دل کو اچھا تن کو ستھرا جان کو پر نور کر
اچھے پیارے شمس دیں بدر العلیٰ کے واسطے

ولادت شریف:

آپ کی ولادت باسعادت 28 رمضان المبارک 1160ھ میں ہوئی، جس کا مادہ تاریخ سلطان مشائخ جہاں ہے۔

نام ولقب:

آپ کا اسم گرامی سید آل احمد اور لقب شریف اچھے میاں قدس سرہ ہے۔

والد ماجد:

آپ خلف رشید و سجادہ نشین حضرت سید شاہ حمزہ قدس سرہ کے ہیں۔

ولادت کی بشارت:

حضور صاحب البرکات، سلطان العاشقین، سید شاہ برکت اللہ قدس سرہ نے یہ بشارت دی تھی کہ مجھے بفضل الٰہی چار واسطوں کے بعد ایک لڑکا عنایت ہو گا جس سے رونق خاندان دو بالا ہو گی، بعد حضور صاحب البرکات کے بڑے شہزادے نے حضور اچھے میاں قدس سرہ کو تسمیہ خوانی کے وقت گود میں بٹھا کر ارشاد فرمایا: کہ یہ وہی شہزادے ہیں جن کی بشارت والد ماجد نے دی تھی۔

تعلیم وتربیت:

آپ نے علومِ ظاہری و باطنی و منازلِ سلوک کی تکمیل اپنے والد ماجد سے فرمائی اور آپ کے روحانی معلم حضور سیدنا غوث اعظم محی الدین عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے، اس کے علاوہ آپ نے فنِ طب باقاعدہ کلیم نصر اللہ صاحب مارہروی سے حاصل فرمایا تھا، مگر اس علم سے سوائے ستر تصرفات کام نہ لیا جاتا تھا، بظاہر مریض کو معمولی دوا یا کسی درخت کے پتے تجویز فرماتے مگر حقیقتاً خود چارہ سازی فرماتے۔

عبادت وریاضت:

حضرت عبادت و ریاضت میں بہت بلند مرتبہ کے حامل تھے، آپ ہمیشہ اکتساب و اذکار و مراقبات و اشغال میں مصروف رہتے، یہاں تک کہ فرائض پنج وقتہ کے علاوہ حبس کبیر، صلوٰۃ معکوس و صوم و نوافل اور مجاہدات قویہ، و ریاضات باطنیہ اور اشغال کا التزام رکھتے تھے اور طاعات پر طاعات بجالاتے تھے۔

تصانیف وعلمی خدمات:

آپ کی تصانیف کے بارے میں سیدی مرشدی، حضرت علامہ مولانا شاہ مفتی سید محمد میاں مارہروی قدس سرہ فرماتے ہیں: کہ حضرت کی تصنیف و تالیف میں سب سے بڑی ضخیم کتاب "آئینِ احمدی" ہے، سنا ہے کہ اس کی چونیتس و، بروایتے ساٹھ جلدیں بہت مبسوط علوم و فنون مختلفہ میں تھیں، آپ نے علوم متداولہ میں سے کوئی علم و فن ایسا نہیں چھوڑا جو اس میں نہ ہو، اس کی بہت سی جلدیں تلف ہو گئی ہیں، اب فقیر کے کتب خانہ میں چند جلدیں ہیں جن میں ایک عقائد و فقہ میں بطور متکلمین و صوفیا اور بقیہ اشغال و اوراد وغیرہ میں ہیں، اور کچھ جلدیں حضور سیدی مہدی حسن عم مکرم کے کتب خانہ میں بھی تھیں، اور کچھ جلدیں مدرسہ قادریہ بدایوں میں حضرت مولانا فضل رسول بدایونی قدس سرہ کے کتب خانے میں موجود ہیں،

(2) بیاض عمل و معمول دوازدہ ماہی

(3) آداب السالکین مطبوعہ

(4) مثنوی اشعار تصوف میں،

(5) دیوان اشعار فارسی وغیرہ۔

کشف وکرامات:

آپ کے کشف و کرامات بھی بے حد ہیں۔ جن کو تحریر میں لانا دشوار ہے، راقم السطور یہاں پر ایک کرامت کو بطور تبرک پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہے۔

برص زدہ اچھا ہو گیا:

جناب شیخ رسول بخش بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک برص زدہ سپاہی حاضر ہوا، اور دور ہی کھڑا رہا۔ حضرت نے فرمایا، بھائی آگے آؤ؟ وہ عرض کرنے لگا حضور میں اس قابل نہیں ہوں، فرمایا، آگے آؤ وہ شخص آگے آیا تو جس جگہ سفید داغ تھا حضرت نے اپنے دست مبارک کو رکھ کر ارشاد فرمایا، یہاں تو کچھ نہیں ہے۔ بعدہٗ سپاہی نے دیکھا تو داغ بالکل غائب تھا۔

شاہ آل رسول اچھے میاں کے چند ملفوظات

1) حضرت جناب رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی ہر چھوٹے بڑے کام میں بہت کوشش سے اپنے اوپر لازم جانے کہ محبوبی کا درجہ اسی کو ملتا ہے۔

2) حضرات جو جناب رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نسبت رکھتے ہیں، جیسے سادات کرام اور مشائخ عظام اور علمائے اعلام ان کو جنابِ رسالتِ مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا نائب جان کر ان کی تعظیم واحترام میں دل وجان سے کوشش کرے۔

3) اپنے پیر ومرشد کو اپنے حق میں کل جہان کے شیوخ سے افضل جانے کہ اس کا حکم اس کے حق میں بحیثیت تبلیغ عینِ حکم نبوی ہے اور اس کے قول وفعل کو ہرگز ضعیف وحقیر نہ سمجھے۔

4) جذبۂ ورودِ تجلیات کی وجہ سے کیسا ہی جوش باطن اس کے فہم ووہم سے باہر ہو، اس میں پیدا ہو پھر بھی اپنے مرتبہ کو پہچانتا ہے، اس سے قدم کو آگے نہ بڑھائے اور بزرگانِ دین سے ہمسری نہ چاہیے، بلکہ اس کے حق میں بہتر وانسب یہ ہے کہ اپنے آپ کو سب سے کمتر سمجھے اور یہ کمالِ انسانی کا مرتبہ ہے۔

5) اپنے کل امور میں خواہ وہ نفس کے ورغلانے سے ہو یا قلب وروح کے قوت دینے سے، بہر حال تمام وقتوں میں خود کو حوالہ بخدا کرنا چاہیے۔

6) خلق سے خلوت اور اپنے نفس سے عولت اختیار کرے یعنی خلق سے تنہائی اختیار کرے، اور اپنے نفس سے غرور اور گھمنڈ نکال ڈالے۔

7) جس قدر ہو سکے کم کھانے اور کم سونے کی کوشش کرے اس میں بہت سے فائدے ہیں۔

8) مرید اپنا اختیار اپنے پیر ومرشد کے ہاتھوں میں رکھے اور خود اس کے سامنے ایسا ہو جائے جیسے میت نہلانے والے کے ہاتھوں میں اور کوئی کام ظاہر کا ہو یا باطن کا بغیر حکم مرشد نہ کرے۔

وصال مبارک:

آپ نے 17، ربیع الاول 1335ھ بروز پنج شنبہ بوقت چاشت بعمر 75 سال اس جہانِ فانی سے سفر آخرت فرمایا۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون

مزار مبارک:

آپ کا مزار مقدس حضور صاحب البرکات قدس سرہ کی مزار مبارک کے دائیں جانب مرجع خلائق ہے۔ (تذکرۂ مشائخ مارہرہ، ص 142)

رب العالمین آپ پر کروڑہاں رحمتوں کا نزول فرمائے اور آپکے صدقے ہمیں علم نافع و باعمل بنائے۔

آمین ثم آمین

تعارفِ کتب

جاء الحق کا تعارفی جائزہ

ابو حنین سید ثقلین البخاری

دینِ اسلام کی شمع کو روشن ہوئے آج تقریباً ساڑھے چودہ سو برس گزر چکے، روزِ اول ہی سے موسمِ بہار کی خوشگوار ہوا دینے والے اِس مذہبِ مہذّب پر خزاں اور تیز آندھیوں نے شدت سے حملے کئے۔ مسلمانوں کی اجتماعیت کو بکھیرنے کی اَن تھک محنتیں کی گئیں۔

اِس بُرے ارادہ کے حاملین میں نہ صرف کھلم کھلا کفّار، بلکہ مسلمانوں کا لبادہ اوڑھے اور بھی بہت سارے لوگ اور کئی تحریکیں شامل ہیں۔ ظاہر و باطن میں جو کافرہے، ایک مسلمان اس کے داؤ پیچ میں آجائے ایسا بہت کم ہوتا ہے، لیکن جن کی وضع قطع مسلمانوں جیسی، اور بظاہر شریعت کے نہایت پابند ہیں، وہ لوگ جب اِس ناپاک عزم کو لئے مسلمانوں کی صفوں میں آ گھستے ہیں تو پھر مسلمانوں کی قوت کے کمزور ہو جانے اور بھاری تعداد کے راہِ راست سے ہٹ جانے کا خطرہ کافی حد تک بڑھ جاتا ہے۔ اسی کام کی تکمیل کے لیے فرقہ وہابیہ اور دیوبند معرضِ وجود میں آئے۔
یہ لوگ بھی چیونٹی کی سی بے آواز چال چلتے ہوئے مسلمانوں کے نظریات کو بدلنے میں مشغول ہوگئے۔ ایک طرف اس فتنے نے سر اٹھایا تو دوسری طرف بفضلہ تعالیٰ علمائے اہلسنت وجماعت کے اکابرین نے شدومد کے ساتھ ان کارد کرنا شروع کر دیا۔

امتِ مسلمہ کو ان کے گمراہ کن عقیدوں سے آگاہ کرنے کے لیے علماء نے کتابت و خطابت کے ذریعے سے خوب عرق ریزی کے ساتھ اس فریضے کو سر انجام دیا۔ انھیں مایہ ناز شخصیات میں سے تاریخِ اسلامی کی ایک عظیم شخصیت "حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ" بھی ہیں۔ جنھوں نے مختلف کتب و رسائل اور بیانات کے ذریعے مسلمانوں کے اندر شعور بیدار کیا کہ بظاہر صالحین کی نظر آنی والی یہ جماعت اصل میں گمراہی کی کان ہے۔

آپ کی مختلف کتب میں سے ایک مشہورِ زمانہ کتاب **"جاء الحق و زھق الباطل"** بھی ہے۔ اس موضوع پر لکھی جانے والی کتابوں میں اِس کتاب کو ایک غیر معمولی حیثیت حاصل ہے۔ آج مختصراً اس کتاب کے حوالے سے کچھ پڑھنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔

یہ کتاب دو حصوں پر مشتمل ہے۔ پہلے حصے کے شروع میں مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دیباچہ لکھا ہے، جس میں اس بات کو بیان کیا کہ اس فتنے کی خبر تو چودہ سو سال پہلے ہی حضور علیہ السلام نے دے دی تھی۔

پھر مفتی صاحب نے مختصراً اس فرقۂ باطلہ کے عقائد کو بیان کیا۔ اس کے بعد کتاب کے اسلوب کو بیان کیا کہ اس کتاب میں ہر مسئلہ پر مختصر مگر جامع بحث کی گئی ہے اور اس کتاب میں حسبِ ذیل باتوں کا لحاظ رکھا جائے گا۔

۱۔ اپنے دعوے کی وضاحت،
۲۔ اس کے دلائل قرآن وحدیث اور بزرگانِ دین محدثین و مفسرین کے اقوال سے،
۳۔ اس کی تائید مخالفین کی کتابوں سے،
۴۔ مخالفین کے اعتراضات کے جوابات آیاتِ قرآنیہ واحادیث اور اقوال فقہاء سے،
۵۔ اعتراضات کے جوابات قرآن واحادیث واقوال علماء کی روشنی میں،
۶۔ اپنے دعویٰ کے عقلی دلائل،
۷۔ مخالفین کے عقلی اعتراضات،
۸۔ ان کے عقلی جوابات،
۹۔ صفحے کا حوالہ دینے کے بجائے باب وفصل اور اگر تفسیر ہو تو پارہ، سورت اور آیت کا حوالہ نقل کیا ہے۔

"نو" نکات پر مشتمل جامع انداز میں آپ نے کتاب کا اسلوب سمجھایا ہے۔ دیباچہ کے آخری صفحے پر یہ بیان کیا کہ ناظرین غور کریں تو اس کتاب کو سمندر پائیں گے، جس سے بیش قیمتی موتی حاصل ہوں گے۔
اور اس کتاب کا نام قطب الوقت عالمِ ربانی پیر سید جماعت علی شاہ صاحب محدث علی پوری رحمۃ اللہ علیہ نے **"جاء الحق و زھق الباطل"** رکھا اور مفتی صاحب نے فرمایا کہ میں نہایت فخر سے اس کتاب کو اسی نام سے موسوم کرتا ہوں۔

اس کے بعد آپ نے حصہ اول کا مقدمہ لکھا اور تفسیر کی اقسام کو بیان کیا۔
کہ ایک ہے قرآن کی تفسیر دوسری ہے تاویل اور تیسری ہے تحریف۔ پھر اس بحث کی بعد یہ ثابت کیا کہ یہ باطل فرقہ جو قرآنی آیات کا من مانی معنی بیان کرتا ہے، اصل میں یہ قرآن کی تحریف ہے۔
اس کے بعد کتاب کا آغاز تقلید کی بحث سے کیا اور اس کے بعد طویل ترین اثباتِ علمِ غیب کی بحث کو ذکر کیا۔ اور مخالفین کو دندان شکن اور مسکت جوابات دیئے۔ اس کے بعد بہت سارے مختلف فیہ موضوعات پر اپنے دلائل کے ذریعے دعویٰ کا اثبات اور مخالفین کے دلائل کا تعاقب کیا۔

پہلے حصہ کی تکمیل کے بعد دوسرے حصہ کے آغاز میں اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ اب یہ فتنہ بہت عام ہو چکا ہے کہ غیر مقلدین اپنے مخالف ہر حدیث کو ضعیف قرار دیتے ہیں۔ اس حوالے سے حصۂ دوم کے آغاز ہی میں آپ نے احادیث کی اقسام اور چند ایک قواعد کو ذکر کیا ہے، جنھیں پڑھنے اور یاد کرنے سے کئی مقامات پر ذہن خطا سے محفوظ رہتا ہے۔ اس کے بعد غیر مقلدین کے اعتراضات وغیرہ کو بیان کرنے کے بعد بہترین انداز سے ان کا رد کیا ہے۔

طوالتِ مضمون کے خوف کی وجہ سے تعارفِ ابواب وفصول سے اجتناب کیا ہے۔ اس کے بعد آپ نے آخر میں خاتمہ لکھا، جس میں امام اعظم کے مناقب بیان کرنے کے بعد تقلید کی اہمیت پر کافی وشافی کلام کیا ہے۔ اپریل سے جولائی 1957 دو ماہ کے مختصر وقت میں اس حصہ کو مکمل کر کے امتِ مسلمہ کو عظیم تحفہ عطا کیا۔

ہمیں اس بات پر غور کرنا چاہیے، کہ ہمارے اکابرین نے کس طرح جان ومال کی قربانیاں دے کر کتابوں کے بیش قیمتی خزانے ہمارے واسطے لکھے، وہ تو لکھنے جیسے مشکل ترین کام سے ایک قدم کبھی پیچھے نہ ہوئے، لیکن ہم ہیں کہ ان کتب کو پڑھنے سے بھی قاصر ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ قوموں کا عروج کتب بینی میں پنہاں ہے۔ زندگی کے شب وروز میں مطالعۂ کتب بھی لازمی شامل رکھیں۔ اس سے انشاء اللہ آپ اپنے اندر خود اعتمادی محسوس کریں گے۔ حصولِ علم پر وارد ہونے والی بشارتوں کے بھی مستحق ہوں گے۔

اللہ رب العالمین کی بارگاہ میں دعا گو ہوں کہ ہمیں بزرگوں کے ان بیش قیمتی اساسوں کی قدر دانی نصیب فرمائے۔

آمین بجاہ طہ ویس صلی اللہ علیہ وسلم!!

تھوڑا نہیں، پورا سوچیں!!

فلسفہ نماز

ذوہیب علی

نماز اسلام کے بنیادی ارکان میں سے ایک ہے، اسلام میں نماز کو بہت زیادہ اہمیت حاصل ہے، اس بات کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ نماز ہر مسلمان پر دن میں پانچ مرتبہ فرض کی گئی ہے، اسلام کے اس رکن میں باقی ارکان کی جھلک بھی موجود ہے، اللہ پاک نے اس کی اس قدر تاکید فرمائی ہے کہ قرآنِ مجید میں کم وبیش سات سو مقامات پر اقامتِ صلاۃ کا ذکر ہوا ہے جن میں بیس مقامات پر واضح الفاظ میں حکم دیا گیا ہے۔

نماز کے فلسفہ کو کوئی اپنی عقل سے بیان کرے، تو وہ اتنی اہمیت نہیں رکھتا جتنا کہ اللہ پاک یا اس کے رسول ﷺ نے جو بیان کیا، اللہ پاک نے نماز کے فلسفہ کو قرآن پاک کے بعض مقامات پر بیان فرمایا ہے۔
لغوی اعتبار سے اہل عرب کے نزدیک لفظ صلوۃ جن معانی میں استعمال ہوتا ہے ان میں سے دو معانی وہ ہیں جو نماز کے فلسفہ اور اصطلاحی معنی کے زیادہ قریب ہیں:

1) ذکر وانقیاد
2) دعاو عبادت

اولاً جو فلسفہ بیان فرمایا تو دو لفظوں میں یوں بیان فرمایا ہے: کہ وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِیْ
اور میری یاد کے لیے نماز قائم رکھ۔ (سورہ طہ، 14)

نماز کا یہ فلسفہ کہ اس کو قائم رکھا جائے خاص اللہ پاک کے ذکر کے لیے، تو یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ ذکر کے بہت سے طریقہ کار ہیں لیکن جو جامعیت اور کمالیت اس رکن نماز میں پائی جاتی ہے وہ کسی اور رکن میں نہیں ہے۔ یہ واحد رکن ہے کہ جس کے ذریعے ہر عام مسلمان بھی اللہ پاک کے ساتھ اپنا تعلق قائم کرنے پر قادر ہے۔ اسی تعلق کو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت میں مضبوط دیکھنا چاہتے ہیں اور اتنا مضبوط کے بندے اور شرک وکفر کے درمیان جس چیز کو حد فاصل قرار دیا وہ نماز ہے۔

صحیح مسلم شریف میں ہے:
إن بين الرجل وبين الشرك والكفر ترك الصلاة
بے شک آدمی اور شرک وکفر کے درمیان (فاصلہ مٹانے والا عمل) نماز کا چھوڑنا ہے۔ (کتاب الایمان، باب بَیَانِ إِطْلَاقِ اسْمِ الْكُفْرِ عَلَى مَنْ تَرَكَ الصَّلَاةَ، رقم الحدیث 246)

ایک اور جگہ ارشاد فرمایا کہ نماز دین کا ستون ہے
كما قال ﷺ الصَّلاةُ عمودُ الدِّينِ (التلخیص الحبیر 1/280)

اس قدر تاکید صرف اس لیے ہے کہ اللہ پاک اور اس کے بندے کے درمیان تعلق قائم ہو جائے اور اس تعلق کی بنیاد اللہ پاک کا ذکر ہے اور ذکر جتنی جامعیت اور کمالیت کے ساتھ کیا جائے گا اسی قدر تعلق مضبوط ہو گا اور وہ جامعیت اور کمالیت صرف رکن نماز میں ہے۔

اس کی جامعیت و کمالیت کا اندازہ اس بات سے لگائیں کہ نماز ایسی عبادت ہے کہ اس کو قائم کرنے والے تمام انبیاء رہے ہیں کسی بھی نبی نے نماز کو ترک نہیں کیا اپنی اپنی شریعت کے مطابق نماز کو جاری رکھا ہے۔

نماز کا دوسرے فلسفہ کی بنیاد اول پر ہے کہ جب انسان کا تعلق اللہ پاک سے مضبوط ہو جائے گا تو وہ اس چیز کا عکس ہو جائے گا کہ وہ اللہ پاک کے علاوہ کسی کے سامنے جھکنے والا نہیں، اللہ پاک نے دون اللہ جن کو قرآن پاک میں فرمایا ہے ان کی تکذیب کرنے والا ہے اور اس نماز کے ذریعہ اس کا عملی طور پر پرچار کرنے والا ہے، اللہ پاک کے مقابلے میں کسی معبود مصنوعی کو خاطر میں نہیں لاتا، اسی کا مظہر ایک مسلمان کو بناتا ہے

غور کیجیے! قرآن پاک میں حضرت شعیب علیہ السلام کی نماز کو دیکھ کر ان کی قوم نے جو ان سے خطاب کیا اللہ پاک نے اس کو ذکر کیا اور اس فلسفہ کو سمجھایا۔

اللہ پاک فرماتا ہے:
قَالُوْا یٰشُعَیْبُ اَصَلٰوتُكَ تَاْمُرُكَ اَنْ نَّتْرُكَ مَا یَعْبُدُ اٰبَآؤُنَاۤ اَوْ اَنْ نَّفْعَلَ فِیْۤ اَمْوَالِنَا مَا نَشٰٓؤُاؕ-اِنَّكَ لَاَنْتَ الْحَلِیْمُ الرَّشِیْدُ
(قوم نے) کہا: اے شعیب! کیا تمہاری نماز تمہیں یہ حکم دیتی ہے کہ ہم اپنے باپ دادا کے خداوں کو چھوڑ دیں یا اپنے مال میں اپنی مرضی کے مطابق عمل نہ کریں۔ واہ بھی! تم تو بڑے عقلمند، نیک چلن ہو۔

اس آیت میں غور کریں کہ جب حضرت شعیب علیہ السلام نے اقامت صلاۃ کی تو قوم نے ان کو کیا خطاب کیا۔

ایک تو کہا، کہ کیا ہم اپنے باپ داداکے معبودوں کو چھوڑ دیں اور یہ ہی تو اصل ہے کہ جب بندہ اللہ کی نماز قائم کرے گا تو اس بات کی عملاً گواہی دینے والا ہے کہ اللہ پاک کے علاوہ کوئی دوسرا معبود نہیں۔
دوسرا انھوں نے کہا، کہ کیا ہم اپنے مال میں اپنی مرضی کے مطابق عمل نہ کریں؟

یہ نماز کے ثمر کی طرف اشارہ ہے کہ جب بندے نے نماز کے ذریعے اس بات کا اقرار کر لیا کہ میرا معبود حقیقی اللہ ہے وہ ہر شے کا مالک ہے تو اب بندے کو اس بات کا ثبوت عملاً بھی دینا ہے اور وہ اس طرح کہ وہ مال میں بھی خالص اللہ پاک کے حکم کی پیروی کرے، یعنی اللہ پاک کی عبادت کرنے کے بعد بندہ اس بات کو عمل کے ساتھ ثابت کرے کہ وہ ہر لحاظ سے اللہ پاک کے حکم کا پابند ہے

نماز کا تیسرا فلسفہ، جو اللہ پاک نے بیان فرمایا وہ یہ ہے کہ

اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْكَرِ ؕ
بیشک نماز بے حیائی اور بری بات سے روکتی ہے (سورۃ العنکبوت:45)

اس آیت میں غور تو کیجیے کہ کیسی پیاری بات فرمائی ہے لیکن یہاں ایک سوال بھی اٹھتا ہے کہ بعض نمازی ایسے ہیں جو نماز تو پڑھتے ہیں لیکن ان کی حرکات ویسی کی ویسی ہیں، بدلتی نہیں، تو یہ جو قرآن نے فلسفہ بیان کیا یہ درست نہیں رہا۔ تو غور کیجیے کہ اول اقامت نماز کا حکم اور اقامت نماز کا مطلب ہے کہ نماز کو اس کے مکمل لوازمات کے ساتھ ادا کرنا۔ اور لوازمات میں خشوع، خضوع، ظاہری اور باطنی طہارت اور گناہوں سے پکی سچی توبہ شامل ہے۔ مزید اس کے ساتھ نماز کے فرائض وواجبات و مکرویات و مستحبات شامل ہیں، اگر یہ سب نہ ہو یا ان میں سے کوئی ایک نہ ہو تو قرآن میں جس کا دعوی کیا گیا ہے یا یوں کہیں کہ قرآن نے جس چیز کی خوشخبری دی ہے وہ سب نہ ملے گا، لہٰذا غور کرنے کی ضرورت ہے کہ کیا ہم نماز کو قائم کر رہے ہیں یا صرف ادا کر رہے ہیں۔

مذکورہ بالا فلسفے جو بیان ہوئے ہیں وہ انفرادی طور پر ایک نمازی کے متعلق ہیں، اب آتے ہیں نماز کو جماعت کے ساتھ ادا کرنے میں کیا فلسفہ ہے،
یاد رکھیں کہ نماز کو باجماعت ادا کرنے کا حکم قرآن پاک میں دیا گیا ہے۔ جیسا کہ فرمایا کہ:
وَ ارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِیْنَ
اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔ (سورۃ البقرۃ آیت 43)

جیسا کہ اوپر ذکر ہوا کہ نماز خالق و مخلوق کے درمیان ایسے تعلق کی آئینہ دار ہے جو انتہائی قرب پر مبنی ہوتا ہے۔ اس نظر سے دیکھا جائے تو تنہا نماز پڑھنا، گوشہ نشینی اختیار کرنا زیادہ کار ثواب ہونا چاہیے لیکن رسول اللہ ﷺ نے تنہا نماز پڑھنے سے باجماعت نماز پڑھنے کو زیادہ ثواب والا عمل قرار دیا یہاں تک کہ بخاری شریف کی حدیث پاک میں آیا ہے کہ باجماعت نماز پڑھنا تنہا نماز پڑھنے سے ستائیس گنا زیادہ ثواب رکھتی ہے۔

در حقیقت اسلام مسلمانوں کو یکجا ہونے اور ایک ہونے کی تلقین کرتا ہے اور اس چیز کو بار بار یاد کرواتا ہے کہ اے مسلمانو! تمہاری اصل طاقت ایک ہونے میں ہے۔ جس طرح تم باجماعت نماز میں بغیر کسی رنگ و نسل کی تفریق کے ایک ہو کر نماز ادا کرتے ہو تو تمہیں اسلام کا نظام نافذ کرنے کے لیے ایک ہونا پڑے گا۔ بغیر کسی ذاتی تفریق کے جس طرح تم سب ایک امام کی اقتدا میں جمع ہو جاتے ہو اور اپنی قیمتی نماز کو رب کے حضور پیش کرتے ہو اس رب کریم کی رضا طلب کرتے ہوئے یوں ہی تم سب کو ایک امام، ایک پیشوا منتخب کرنا ہو گا۔

اللہ کی رضا کی خاطر جس کی اقتدا میں تم اپنے معاشی مسائل، روحانی مسائل کا حل کر سکو، جس کی اقتدا میں تم سب مل کر اسلام کا جھنڈا پوری دنیا میں لہرا سکو، آپ تاریخ پر نظر دوڑائیں تو آپ کو معلوم ہو گا کہ جب تک مسلمانوں نے اپنے مقتدا کا انتخاب کر رکھا تھا تو مسلمان غالب تھے جب تفریق میں پڑیں ہیں تو مغلوب ہو گئے اگرچہ اسلام غالب ہی ہے لیکن مسلمان مغلوب ہیں۔

دوسرا باجماعت نماز ادا کرنے سے انسان کے دل میں اپنے مسلمانوں بھائیوں کے لیے محبت بڑھتی ہے اس کو معلوم ہوتا ہے کہ اس کے ارد گرد مسلمان کس حالت میں رہ رہے ہیں۔ وہ کسی کی مدد کیسے کر سکتا ہے؟ ان سب باتوں سے اسے آشنائی حاصل ہوتی ہے۔

نمازِ باجماعت کے فلسفہ کے ذریعے معاشرے کی اصلاح و تطہیر کو بہت اچھے طریقے سے عمل میں لایا جا سکتا ہے۔

اسلام میں اجتماعیت کا تصور امت کو ہر قسم کے انتشار اور بدنظمی سے پاک دیکھنا چاہتا ہے۔ ایک دفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کو مسجد میں ٹولیوں کی صورت میں دیکھا تو فرمایا کہ اگر تم اس طرح منتشر رہو گے تو تمہارے دل کبھی ایک دوسرے سے نہ مل سکیں گے۔

اس اجتماعیت کے ذریعے امت کو وحدت فکر و عمل میں اور اتحاد و یکجہتی کو فروغ دیتا ہے تاکہ بطور ملت اسلامیہ قوت و استحکام سے بہرہ ور ہو سکے
اللہ پاک سے دعا ہے کہ ہمیں صحیح معنوں میں نماز کو قائم کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔
آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اسلامی تہوار

میلاد النبی ﷺ منانے کا مقصد

محمد احمد رضا النبہانی

کوئی بھی ذی عقل و ذی فہم جب بھی کوئی کام کرتا ہے تو اس کام کو سرانجام دینے کے اس کے ذہن میں کچھ مقاصد ہوتے ہیں، بغیر مقصد کے کوئی بھی عقل مند کوئی کام نہیں کرتا، ماہِ بہار کا ہلالِ نور بار، ہمارے دلوں کو کرنے سرشار، تیرگی کو کرنے تار تار، جلد ہی افقِ عالم پر ہوگا نمودار، مسلمانانِ عالم اس ماہ مبارک میں وجہ وجودِ کائنات فخرِ موجودات ﷺ کی آمد کی خوشیاں خوب جوش و خروش سے مناتے ہیں، اس کارِ خیر کی بجاآوری میں ان کے بہت سے نیک مقاصد ہوتے ہیں، اصل الاصول مقصد تو رضائے خدا و خوشنودیٔ مصطفیٰ ہے، اس مقصدِ اصلی کا حصول جبھی ممکن ہوگا جب اللہ و رسول عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے اصولوں کے مطابق یہ کام سرانجام دیں گے ورنہ عین ممکن ہے کہ ثواب سے دامن بھرنے کے بجائے گناہوں کا بوجھ سر پہ لادنا پڑ جائے۔

۱۔ شریعت مصطفوی ہمیں حکم دیتی ہے کہ ہر حال میں نماز پنجگانہ کا اہتمام کرنا ہے، بلا عذرِ شرعی جان بوجھ کر ایک نماز بھی نہیں چھوڑنی، لہذا غمی کا موقع ہو یا خوشی کا مثلاً محفل میلاد ہو تو اس میں اتنا مستغرق نہیں ہونا کہ نمازوں کا ہوش ہی نہ رہے۔

۲۔ شریعت مصطفوی ہمیں حکم دیتی ہے کہ کسی مسلمان کو اپنے کسی عمل سے تکلیف نہیں دینی، لہذا محافل و جلوس میلاد کا انعقاد سڑکوں گلیوں کو اس طرح بند کر کے ہرگز نہیں کرنا کہ حقوقِ عامہ تلف ہوں۔

۳۔ شریعت مصطفوی ہمیں حکم دیتی ہے کہ سوتے شخص کے پاس بلند آواز سے تلاوت بھی نہیں کرنی لہذا رات گئے لاؤڈ اسپیکر پر ضرورت سے زیادہ بلند آواز سے نعت خوانی سے اجتناب کرنا ہے۔

۴۔ شریعت مصطفوی ہمیں اک عام مومن کی طرف ایسی بات کی نسبت کرنے سے منع فرماتی ہے کہ جو اس نے کہی ہی نہیں، اللہ و رسول کا معاملہ تو بہت بلند ہے، لہذا من گھڑت روایات و اشعار سنا سنا کر اپنے لیے جہنم کے عیش کا سامان پیش کرنے سے بچنا ہے۔

۵۔ شریعت مصطفوی ہمیں حکم دیتی ہے کہ عورتیں اپنی آواز بھی غیر محرموں کو نہ سنائیں کیونکہ عورت کی آواز بھی عورت یعنی چھپانے کی چیز ہے، لہذا عورتوں کو لاؤڈ اسپیکر پر یا ایسی جگہ نعت خوانی کرنے سے بچنا ہے کہ جہاں غیر محرموں تک آواز پہنچے۔

امام اہل سنت فرماتے ہیں:

چند عورتوں کا ایک ساتھ ملکر گھر میں اس طرح میلاد شریف پڑھنا کہ آواز باہر تک سنائی دیتی ہے ناجائز ہے کہ عورت کی آواز بھی عورت (یعنی چھپانے کی چیز) ہے۔(فتاوی رضویہ، جلد 22، صفحہ 236 ملخصا)

اسی طرح عورتوں کی محافل کی تشہیر کے لیے بسا اوقات سائن بورڈ کا سہارا لیا جاتا ہے اور بیچ سڑک میں لگے سائن بورڈ پر خواتین کی تصاویر آویزاں ہوتی ہیں، اس سے بھی اجتناب ناگزیر ہے۔

۶۔ شریعت مصطفوی ہمیں مرد و عورت کے اختلاط سے منع فرماتی ہے لہذا محافل و جلوس وغیرہ میں ہمیں اختلاط سے بچنا ہے۔

۷۔ شریعت مصطفوی عورتوں کو باپردہ رہنے کا حکم دیتی ہے، لہذا عورتوں کو چراغاں دیکھنے کے نام پر سولہ سنگھار کر کے باہر جانے سے بچنا ہے۔

۸۔ شریعت مصطفوی ہمیں روٹی کے ایک ٹکڑے کا بھی ادب و احترام کرنے کا حکم دیتی ہے لہذا محافل و جلوس میں لنگر کی تقسیم کاری اس انداز سے کرنی ہے کہ ایک ذرہ بھی ضائع نہ ہو۔

امام اہل سنت رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

کھانا کھلانا، لنگر بانٹنا بھی مندوب و باعث اجر ہے مگر لنگر لٹانا جسے کہتے ہیں کہ لوگ چھتوں پر بیٹھ کر روٹیاں پھینکتے ہیں، کچھ ہاتھوں میں جاتی ہیں کچھ زمین پر گرتی ہیں، کچھ پاؤں کے نیچے ہیں، یہ منع ہے کہ اس میں رزق الہی کی بے تعظیمی ہے۔(فتاوی رضویہ، جلد 24، صفحہ 507 ملخصا)

یہ اور ان جیسی دیگر خرافات بد کا شد و مد سے رد ہونا چاہیے تاکہ یہ نیک عمل رضائے خدا و خوشنودیٔ مصطفیٰ ﷺ کا کماحقہ ذریعہ بنے۔

مگر ان خرافات کو بنیاد بنا کر وہی میلاد کو شرک کہے گا جس کے دل میں ٹیڑھ اور مَن میں گندگی کا ڈھیر ہوگا، ان کے درد کا سببِ اصلی مظاہرِ "**ورفعنا لك ذكرك**" کی تجلیات برداشت نہ کر پانا ہے،

کیونکہ اس مبارک تاریخ میں تو بالاہتمام کُل جہاں میں مصطفیٰ ﷺ کے ترانے پڑھے جا رہے ہوتے ہیں، چار دانگ عالم ان کے نغمات سے گونج رہا ہوتا ہے، تمام مومنین ان کے گیت گا رہے ہوتے ہیں ایسے میں بھلا ابلیس اور اس کی ذریت آرام سے کیسے بیٹھ سکتے ہیں، جگہ جگہ جا کے مسلمانوں میں شکوک وشبہات پیدا کرنے کی ناپاک وناکام سعی کرتے ہیں

اور "مشرک بناؤ فیکٹریاں" دھڑا دھڑ چالو کر دیتے ہیں، کم از کم عقل کو ہی ہاتھ مارتے تاکہ کچھ ہوش میں آئیں، مگر عقل ہو تو سہی، لكن الوهابية قوم لا يعقلون، لا يعقلون شيئا ولا يهتدون، اگر ہاتھ میں کوئی پھوڑا نکل آئے تو کیا ہاتھ ہی کاٹ ڈالیں گے نہیں بالکل نہیں بلکہ

پھوڑے کا علاج کیا جائے گا، اسی طرح یہاں بھی ان خرافات کا رد کیا جائے گا نہ کہ ان کو بنیاد بنا کر میلاد کو ہی شرک و بدعت کہہ دیں گے۔

امام اہلسنت رحمہ اللہ فرما گئے:

وہی دُھوم ان کی ہے ماشآء اللہ
مِٹ گئے آپ مِٹانے والے

رہے گا یوں ہی اُن کا چرچا رہے گا
پڑے خاک ہو جائیں جل جانے والے

13 ستمبر 2023

اللہ کی نعمتیں

پانی کی قدر کیجیے

عدنان حسن زار

یوں تو اللہ تبارک وتعالیٰ کی بے شمار نعمتیں ہیں کہ جن کا احصاء ممکن نہیں۔
انھیں نعمتوں میں سے ایک عظیم نعمت پانی بھی ہے، پانی کرۂ ارض پر بسنے والی تمام مخلوق کی بنیادی ضرورت ہے، پانی کے بغیر زندگی کا وجود محال ہے،
اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی نے 28 جولائی 2010ء کو یہ بات تسلیم کی کہ پینے کا صاف پانی ہر انسان کا بنیادی حق ہے۔

ہمارے جسم کا تقریباً 60 فیصد حصہ پانی پر مشتمل ہے، پانی ہاضمے اور غذائی اجزاء کے جذب میں مدد کرتا ہے، اطباء کا کہنا ہے کہ ایک انسان کو دن بھر میں آٹھ گلاس پانی لازمی پینا چاہیے۔

اگر ہم شریعت اسلامیہ کی روشنی میں پانی کی قدر و قیمت کو دیکھیں تو ہمیں کثیر آیات و احادیث اور آثار ملتے ہیں جن میں پانی کی اہمیت و ضرورت کو بیان کیا گیا ہے۔
خالق کائنات عزوجل ارشاد فرماتا ہے۔

اَمَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ اَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً- فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ حَدَآىٕقَ ذَاتَ بَهْجَةٍ

ترجمہ کنزالعرفان۔
یا وہ جس نے آسمان اور زمین بنائے اور تمہارے لیے آسمان سے پانی اُتارا تو ہم نے اس سے باغ اُگائے رونق والے۔(النمل60)

ایک دوسرے مقام پہ فرمایا۔

وَ جَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَیْءٍ حَیٍّؕ-اَفَلَا یُؤْمِنُوْنَ

ترجمہ کنزالعرفان۔
اور ہم نے ہر جاندار چیز پانی سے بنائی تو کیا وہ ایمان نہیں لائیں گے؟(الانبیاء30)

دین اسلام میں پانی کی قدر و اہمیت اس حوالے سے بھی ہے کہ اسلامی احکامات پر عمل پیرا ہونے کے لیے طہارت بہت ضروری ہے اور طہارت چاہے حدث اصغر سے ہو یا حدث اکبر سے پانی کی بغیر ممکن نہیں۔
جس طرح قرآن پاک میں پانی کے نزول، استعمال اور اس سے طہارت کے حصول کے بارے میں احکامات بیان کیے گئے ہیں اسی طرح قرآن و احادیث میں پانی کی حفاظت اور اسراف سے بچنے کی ہدایات بھی جاری فرمائی۔
چنانچہ قرآن پاک میں خالق کائنات عزوجل نے کھانے پینے کے ساتھ اسراف سے بچنے کا حکم ارشاد فرمایا۔

كُلُوْا وَ اشْرَبُوْا وَ لَا تُسْرِفُوْا ۚ-اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الْمُسْرِفِیْنَ

ترجمہ کنزالعرفان۔
کھاؤ اور پیو اور حد سے نہ بڑھو بیشک حد سے بڑھنے والے اسے پسند نہیں۔(الاعراف 31)
اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک تعلیمات سے بھی پانی کی حفاظت کا درس ملتا ہے۔

چنانچہ حدیث پاک میں ہے، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرے، اس حال میں کہ وہ وضو کر رہے تھے تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہ اسراف کیوں ہے؟ تو حضرت سعد نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول ﷺ، کیا وضو میں بھی اسراف ہوتا ہے؟ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: جی ہاں! اگر چہ تم بہتی نہر پر ہی (وضو کیوں نہ کر رہے) ہو۔(رواہ ابن ماجہ رقم الحدیث:455)

معلوم ہوا کہ جب وضو جیسے ضروری امر کے لیے بھی پانی کے بے جا استعمال سے بچنے کا حکم ہے تو ہمیں اپنے روزمرہ کے کاموں میں پانی کی اسراف سے بدرجہ اولی بچنا چاہیے۔
لیکن افسوس کہ گھر کے واش روم سے لے کر مسجد کے وضو خانے تک پانی کا ایسا بے دریغ استعمال کیا جاتا ہے کہ الامان والحفیظ۔۔

پانی کی وجہ سے درپیش مسائل

پانی کی بے قدری و اسراف کی وجہ سے دنیا کو سب سے زیادہ مسائل کا سامنا ہے۔
عالمی ادارے مسلسل اس بات سے الرٹ کر رہے ہیں کہ پانی کا بے جا استعمال آنے والی نسلوں کو پانی کی بوند بوند کا محتاج کر سکتا ہے۔

مخلوقاتِ ارضیہ کی خوراک کا زیادہ تر انحصار زمین سے اگی ہوئی چیزوں پر ہے، اگر فصلوں کو بروقت پانی کی مطلوبہ مقدار میسر نہ ہو تو زمین پر بسنے والی تمام مخلوق کی زندگی کو خطرات لاحق ہو سکتے ہیں۔
دنیا کی تقریباً ایک تہائی آبادی آبی مسائل کا شکار ہے، اور دنیا میں تقریباً 66 کروڑ افراد پینے کے صاف پانی سے محروم ہیں۔

پاکستان کے بیشتر علاقوں میں پانی کی قلت ہے خاص طور پر سندھ، بلوچستان کے صحرائی علاقوں میں صورتحال انتہائی ابتر ہے۔
لاتعداد لوگ پانی کی کمی یا صاف پانی سے محرومی کے سبب بیماریوں میں مبتلا ہیں۔

پانی کی حفاظت کے لیے ضروری اقدامات

پانی کی کمی پر مختلف طریقوں سے قابو پایا جاسکتا ہے۔

جیسا کہ شریعت اسلامیہ نے ہمیں پانی کے اسراف سے بچنے کا حکم دیا ہے تو اس حکم شرعی پر عمل پیرا ہو کر اس مسئلہ پر قابو پایا جاسکتا ہے۔

لوگوں میں اس بات کا شعور پیدا کرنے کی ضرورت ہے کہ "پانی زندگی ہے" اس کے بغیر حیات ناممکن ہے۔

اسی شعور کو بیدار کرنے کے لیے 22 مارچ 1993ء سے "عالمی یومِ آب" کے نام سے ایک دن بھی منایا جاتا ہے۔

زراعت کے لیے پانی مہیا کرنے کے جدید طریقوں پر عمل کر کے پانی کے اسراف سے بچا جاسکتا ہے۔

پوری دنیا میں آبی آلودگی میں اضافہ ہو رہا ہے، پانی کے آلودہ ہونے سے ٹائیفائڈ اور ہیضہ جیسی بیماریاں پھیل رہی ہیں جس سے نا صرف انسانی بلکہ آبی مخلوق کو بھی خطرات لاحق ہیں،

اس لیے ضروری ہے کہ سمندر و دیگر آبی ذخائر میں ایسی چیزیں نہ پھینکی جائیں جو زمینی حیات کے لیے نقصان دہ ہیں۔

اسی طرح پانی کو آلودہ ہونے سے بچانے کے لیے فیکٹریوں اور کارخانوں کو انسانی آبادی سے دور نصب کیا جائے تاکہ فضائی آلودگی کے ساتھ ساتھ آبی آلودگی بھی نا پھیلے۔

اگر ان حالات پر قابو نا پایا گیا اور حالات یوں ہی چلتے رہے تو خطرہ ہے کہ مستقبل قریب میں پانی کی کمی سے متاثر ہونے والوں کی تعداد 66 کروڑ سے بڑھ کر 3 ارب تک جا پہنچے۔

لہٰذا ہم سب کو مل کر یہ عہد کرنا ہو گا کہ خود بھی پانی کی قدر کرتے ہوئے اسراف سے بچیں گے اور اپنے اقرباء کو بھی اس کی ترغیب دلائیں گے۔

اللہ کریم ہمارا حامی و ناصر ہو!

ردِ بد مذہباں

ردِ رافضیت

محمد مبشر رضا عطاری

اس بات میں کوئی شک نہیں ہے کہ اس دنیائے آب و گل میں سب سے بدترین فرقہ رافضیوں (شیعوں) کا ہے۔ ابن سبا کی اس ذریت (اولاد) بے حمیت نے ہمیشہ اسلام کے خلاف سازشیں کی ہیں اور یہود کے ایجنڈے کو فروغ دینے میں دن رات کردار ادا کیا ہے۔

اہل بیتِ اطہار کی خود ساختہ تعظیم کے پردے کی آڑ میں اس ملعون رافضی فرقے نے ہمیشہ حرم نبوی کی مقدس خواتین (یعنی امت کی مائیں) جنہیں قران مجید (ازواجه امهاتهم) سے ملقب فرماتا ہے کی شان میں ہرزہ سرائی کی ہے۔

اور وہ عالی شان و ذی شان طبقہ جنہیں قران (اولئك هم الراشدون) کہتا ہے اور رضی اللہ عنہم کی خوشخبری سناتا ہے نیز (و کلاً وعد الله الحسنى) کی بشارت سناتا ہے اس عظیم طبقہ صحابہ پر بھی اس رافضی فرقے نے ان پر بھی طعن و تشنیع کی اور یہ سب اس گستاخ فرقے کا طریقہ ہے۔

رافضی کسے کہتے ہیں:

رافضی کے معنی: (مجازاً) شیعہ انحراف کرنے والا اہل تشیع کا ایک فرقہ سپاہیوں کا وہ گروہ جو اپنے سردار کو چھوڑ دے۔

رافضی کے انگریزی میں معنی:

rva'fizadj & n.m روافض (one of) a Shi'ite dissenting sect (Plural)۔

رافضیت اہلبیت رضی اللہ عنہم کی محبت کا نام نہیں ہے بلکہ یہ بغضِ صحابہ رضی اللہ عنہم کا نام ہے روافض کے لفظ کے ساتھ کوئی پیشین گوئی حدیث میں نہیں ہے۔ البتہ ان لوگوں نے ایسے ایسے عقیدے گھڑے جو قرآن و حدیث کے صریح خلاف ہیں، اس لیے علما نے اس جماعت کا نام رافضی رکھا۔

شیعہ رافضیوں کے بارے میں تاریخِ اسلام کے امام و شیوخ علیہم الرّحمہ کے فتوے:

حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اگر میں اپنے شیعوں کو جانچوں تو یہ زبانی دعویٰ کرنے والے ہیں اور باتیں بنانے والے نکلیں گے، اور ان کا امتحان لوں تو یہ سب مرتد نکلیں گے۔ (ارضہ کلینی: ص108)

علامہ کمال الدین ابن عصام رحمۃ اللہ علیہ فتح القدیر میں فرماتے ہیں: اگر رافضی ابو بکر صدیق و عمر رضی اللہ عنہما کی خلافت کا منکر ہے تو وہ کافر ہے۔ (فتح القدیر: باب الامامت، ص8)

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ (ليغيظ بهم الكفار) کے تحت فرماتے ہیں کہ: رافضیوں کے کفر کی قرآنی دلیل یہ ہے کہ یہ صحابہ رضی اللہ عنہم کو دیکھ کر جلتے ہیں، اس لئے کافر ہیں۔ (الاعتصام: ج2، ص1262، روح المعانی، پارہ26)

حضرت مجدّدِ الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ مختلف مکتوبات میں روافض کو کافر فرماتے ہیں ایک رسالہ مستقل ان پر لکھا ہے جس کا نام رد روافض ہے، اس میں تحریر فرماتے ہیں: اس میں شک نہیں کہ ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما صحابہ میں سب سے افضل ہیں، پس یہ بات ظاہر ہے کہ ان کو کافر کہنا ان کی کمی بیان کرنا کفر و زندیقیت اور گمراہی کا باعث ہے۔

رافضی ایک پورا منظم مذہب ہے جو کہ در حقیقت دینِ اسلام کے مقابلے میں ایجاد کیا گیا ہے۔

ہر ایک مسئلہ میں دینِ اسلام کی مخالفت کی گئی ہے گویا کہ شیعہ مذہب کی بنیادیں اسلام دشمنی پر قائم کی گئی ہیں۔

اور دینِ اسلام کے ہر مسئلے کو غلط اور مشکوک ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے یہاں تک کہ شیعہ قرانِ حکیم کو بھی شک کی نظر سے دیکھتے ہیں شیعوں کے ان امتیازی مخالف اسلام مسائل کا مختصر جائزہ پیش کیا جاتا ہے

شیعوں کا عقیدہ قرآن کریم تحریف شدہ:

تمام مسلمان قرآن کریم پر یقین رکھتے ہیں کہ یہ سرچشمہ ہدایت و باعث آخرت ہے۔ مگر شیعہ مذہب کے نزدیک قرآنِ حکیم شک وشبہ سے بالاتر نہیں اور ان کے نظریہ کے مطابق قرآنِ حکیم میں تحریف کر دی گئی ہیں۔

شیعہ مذہب کے مشہور عالم ملا باقر مجلسی اپنی کتاب بحار الانوار میں ایک عنوان قائم کرتے ہیں۔

باب التحريف في الآيات یعنی قرآن حکیم کی آیات میں تحریف کا باب اس عنوان کے بعد ملا باقر مجلسی شیعہ نے کئی آیات کی نشاندی کی ہے، جو کہ شیعہ مذہب کے مطابق تحریف شدہ ہیں۔

پھر اسی طرح شیعہ کی معتبر و مستند کتاب اصول کافی میں بھی یہ بات مرقوم ہے کہ:

ان القرآنَ الذی جاء به جبریل الی محمد صلی الله علیه وسلم سبعة عشر ألف آية

بیشک وہ قرآن جسے جبریل علیہ السلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لے کر آئے اس میں سترہ ہزار آیات تھیں۔(اصول کافی: جلد 2، صفحہ 634، کتاب فضل القران، مطبوعہ تہران)

اسی طرح شیعہ عالم شارح اصول کافی مولی محمد صالح مازندانی نے بھی تحریف قرآن کی روایات کا متواتر ہونے کا دعوی کیا ہے۔

شیعہ عالم محمد بن یعقوب کلینی جس نے اصول کافی تصنیف کی ہے وہ بھی تحریف قرآن کے عقیدہ کا قائل تھا۔ اور اس کا استاد علی بن ابراہیم القمی بھی تحریف کے عقیدہ کا قائل تھا۔ بلکہ وہ تو اس عقیدہ میں غلو کی حد تک پہنچ چکا تھا۔

شیعوں کے اس عقیدے کا رد:

اللہ پاک کا واضح فرمان ہے پارہ چودہ سورۃ الحجر میں

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ

بیشک ہم نے اتارا ہے یہ قرآن اور بیشک ہم خود اس کے نگہبان ہیں۔

قرآنِ مجید کی حفاظت:

یاد رہے کہ تمام جن واِنس اور ساری مخلوق میں یہ طاقت نہیں ہے کہ قرآنِ کریم میں سے ایک حرف کی کمی بیشی یا تغییر اور تبدیلی کر سکے اور چونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم کی حفاظت کا وعدہ فرمایا ہے اس لئے یہ خصوصیت صرف قرآن شریف ہی کی ہے، دوسری کسی کتاب کو یہ بات مُیَسَّر نہیں۔ قرآنِ کریم کی یہ حفاظت کئی طرح سے ہے

(1)... قرآنِ کریم کو معجزہ بنایا کہ بشر کا کلام اس میں مل ہی نہ سکے۔

(2)...اس کو معارضے اور مقابلے سے محفوظ کیا کہ کوئی اس کی مثل کلام بنانے پر قادر نہ ہو۔

(3)... ساری مخلوق کو اسے معدوم کرنے سے عاجز کر دیا کہ کفار شدید عداوت کے باوجود اس مقدس کتاب کو معدوم کرنے سے عاجز ہیں۔

یہاں قرآنِ مجید کی حفاظت سے متعلق ایک حکایت ملاحظہ ہو، چنانچہ حضرت یحییٰ بن اَکثم رَحْمَۃُاللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں "مامون الرشید کی مجلس میں ایک یہودی آیا اور اس نے بڑی نفیس، عمدہ اور اَدیبانہ گفتگو کی، مامون الرشید نے اسے اسلام کی دعوت دی تو اس نے انکار کر دیا، جب ایک سال بعد دوبارہ آیا تو وہ مسلمان ہو چکا تھا اور اس نے فقہ کے موضوع پر بہت شاندار کلام کیا۔

مامون الرشید نے اس سے پوچھا "تمہارے اسلام قبول کرنے کا سبب کیا ہوا؟ اس نے جواب دیا" جب پچھلے سال میں تمہاری مجلس سے اٹھ کر گیا تو میں نے ان مذاہب کا امتحان لینے کا ارادہ کر لیا، چنانچہ میں نے تورات کے تین نسخے لکھے اور ان میں اپنی طرف سے کمی بیشی کر دی، اس کے بعد میں یہودیوں کے مَعْبَد میں گیا تو انہوں نے مجھ سے وہ تینوں نسخے خرید لئے، پھر میں نے انجیل کے تین نسخے لکھے اور ان میں بھی اپنی طرف سے کمی بیشی کر دی، جب میں یہ نسخے لے کر عیسائیوں کے گرجے میں گیا تو انہوں نے بھی وہ نسخے خرید لئے،

پھر میں نے قرآن پاک کے تین نسخے لکھے اور اس کی عبارت میں بھی کمی بیشی کر دی، جب میں قرآن پاک کے وہ نسخے لے کر اسلامی کتب خانے میں گیا تو انہوں نے پہلے ان نسخوں کا بغور مطالعہ کیا اور جب وہ میری کی ہوئی کمی زیادتی پر مطلع ہوئے تو انہوں نے وہ نسخے مجھے واپس کر دیئے اور خریدنے سے انکار کر دیا، اس سے میری سمجھ میں آ گیا کہ یہ کتاب محفوظ ہے اور اس میں کوئی تبدیلی نہیں کر سکتا، اس وجہ سے میں نے اسلام قبول کر لیا۔(قرطبی: الحجر، تحت الآیۃ: 9، ج5 ص6 الجزء العاشر، ملخصاً)(خازن: الحجر، تحت الآیۃ: 9، ج3 ص95 (تفسیر کبیر: الحجر، تحت الآیۃ: 9 ج7 ص123، ملتقطاً)

اس سے یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہو گئی قرآن پاک تحریف وغیرہ سے پاک ہے کیونکہ قرآن پاک کی حفاظت کا ذمہ خود خالق کائنات نے لیا۔ جس کتاب کا ذمہ خالق کائنات لے اس میں کسی قسم کی کمی نہیں ہو سکتی۔

محترم قارئین کرام: دیکھا آپ نے فرقہ روافض ہمارے دینِ اسلام کے لیے کتنا خطرناک ہے اس لیے ہمیں بد مذہبوں کی سازشوں سے بچ کر دینِ اسلام کی خدمت کرنی چاہیے۔

اللہ پاک سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو ہر وقت عقیدہ اعلی حضرت پر رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

بزرگانِ دین

قطب الدین بختیار کاکی رحمہ اللہ

نعیم رضا

خواجہ قطب الدین بختیار کاکی علیہ الرحمہ چشتیہ سلسلے اور خاندان کے بڑے کامل وواصل درویش تھے۔ آپ کی عظمت وجلالت اور ولایت کا شہرہ پاک وہند میں اپنی مثال آپ ہے۔
آپ کی نظر میں اللہ پاک نے ایسی کشش و تاثیر رکھی تھی کہ جس پر نظر پڑ جاتی تھی وہ صالح و متقی بن جاتا، جس صالح پر پڑتی، وہ روحانیت کے بڑے بڑے درجات پر فائز ہو جاتا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کے بعد چشتیوں کے سالار اور سلطان المشائخ ہیں۔ چنانچہ حضرت قطب صاحب ابھی اچھی طرح جوان نہ ہوئے تھے، داڑھی بھی نہیں نکلی تھی کہ خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ نے آپ علیہ الرحمہ کو خلعتِ خلافت عطا فرمایا۔

نام ونسب:

مستند و معتبر تذکرہ وسیرت نگاروں سے یہ بات پہنچی ہے کہ آپ علیہ الرحمہ کے والد ماجد نے آپ کا نام "بختیار" رکھا تھا۔ آپ کے والد نے آپ کا یہ نام تجویز کیا اسی وقت حق تعالیٰ نے آپ علیہ الرحمہ کو "قطب الدین" کا لقب وخطاب عطا کیا۔

آپ کا نسب:

خواجہ قطب الدین بختیار کاکی بن سید موسیٰ بن سید احمد بن سید کمال الدین بن سید محمد بن سید اسحاق حسین بن سید المعروف بن سید احمد چشتی بن سید رضی الدین بن سید حسام الدین بن سید رشید بن سید جعفر بن امام محمد الجواد بن حضرت امام علی موسیٰ رضا بن امام موسیٰ کاظم بن امام باقر بن امام زین العابدین بن سید الشہداء امام حسین بن سید نا شیر خدا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم ۔(سیرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ، از: پیر سید محمد عثمان نوری، ص 10)

خواجہ غریب نواز علیہ الرحمہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اشارہ!

سبع سنابل میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم چالیس روز تک حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کے خواب میں تشریف لاتے رہے اور یہ ارشاد فرماتے رہے۔ "اے معین الدین! قطب الدین ہمارا دوست ہے اور تمہارا خلیفہ اور سجادہ نشین ہے، تمہیں جو نعمتیں سینہ بہ سینہ اپنے بزرگوں سے ملی ہیں، اسے دے دو اور تمہیں اس سے بہتر کوئی قائم مقام نہیں مل سکتا"۔ (ایضاً ص 15)

دہلی میں شاندار استقبال:

جب آپ دہلی میں رونق افروز ہوئے اس وقت سلطان شمس الدین التمش (مرید، خلیفہ غریب نواز) اورنگ شاہی پر متمکن تھے۔ سلطان شمس الدین التمش ایک فوجی دستہ کے ساتھ حضرت قطب صاحب کے استقبال کے لئے شہر سے باہر آئے اور شکر خداوندی بجالا کر التماس کی کہ آپ شہر میں قیام فرمائیں۔ آپ نے اسے منظور نہ کیا بلکہ اپنی رہائش کے لئے موضع کیلو کھڑی جو کہ جمنا کے کنارے میں واقع تھا، کو پسند کیا۔ (ایضاً ص 20)

تعلیم وتربیت:

جب آپ ڈیڑھ سال کے تھے تو آپ کے والد محترم کو داعی حق کا بلاوا آیا تو آپ نے لبیک کہتے ہوئے جان سپرد کروائی۔ اس کے بعد آپ کی تعلیم وتربیت آپ کی والدہ ماجدہ کے ذمے آئی۔

جب آپ کی عمر پانچ برس کی ہوئی تو شفیق والدہ نے اپنے بچے کو ایک ہمدرد پڑوسی کے سپرد کیا اور اس سے درخواست کی کہ اسے کسی مکتب میں جا کر بٹھا آؤ۔ وہ شخص آپ کا ہاتھ پکڑ کر جارہا تھا کہ راستے میں ایک نورانی صورت بزرگ ملے انہوں نے اس شخص سے پوچھا"۔ یہ بچہ کس کا ہے اور تم اسے کہاں لے جارہے ہو؟" اس نے جواب میں سارا حال بیان کر دیا۔ اُس بزرگ نے فرمایا" آؤ بھئی میں اس بچے کو ایک ایسے استاد کے پاس لے جاؤں گا جو اسے ایک لاثانی انسان بنادے گا۔

چنانچہ وہ بزرگ آپ کو ساتھ لے کر مولانا ابو حفص رحمۃ اللہ علیہ کے مکان پر پہنچے۔ مولانا ابو حفص رحمۃ اللہ علیہ ایک باکمال بزرگ تھے اور علوم ظاہری وباطنی پر کامل عبور رکھتے تھے۔ اس بزرگ نے آپ کا ہاتھ حضرت ابو حفص رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ میں دے دیا اور کہا: "اے حفص رحمۃ اللہ علیہ اس بچے کو خاص توجہ سے تعلیم دینا۔ یہ ایک دن آسمان ولایت پر آفتاب بن کر چمکنے والا ہے۔ اتنا کہہ کر وہ بزرگ وہاں سے چلے گئے۔ ابو حفص رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے ساتھی سے پوچھا: "جانتے ہو یہ کون تھے؟" اس نے لاعلمی کا اظہار کیا۔ ابو حفص رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا یہ حضرت خضر علیہ السلام تھے۔ تم اب اطمینان سے گھر جاؤ ان شاء اللہ اس بچے کی تعلیم میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا جائے گا۔ اس پڑوسی نے واپس آکر حضرت کی والدہ سے سارا واقعہ بیان کیا تو یہ خوشخبری سن کر نہایت مسرور ہوئیں۔ (اللہ کے خاص بندے، ص، 553)

مولانا ابو حفص رحمۃ اللہ علیہ نے نہایت محنت اور توجہ سے آپ کو تعلیم دی اور چند سالوں کے اندر اندر آپ کو ایک جید عالم بنا دیا۔ ظاہری علوم کے علاوہ مولانا ابو حفص رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کو باطنی علوم بھی پڑھائے اور آپ کم عمری سے ہی ریاضات و مجاہدات میں مشغول رہنے لگے۔ تقریباً سترہ برس کی عمر میں حضرت قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ حضرت معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کی بیعت سے مشرف ہوئے۔

یہ بیعت کہاں ہوئی اس کے متعلق دو روایات ہیں۔

پہلی روایت کے مطابق حضرت معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ سیاحت کرتے کرتے خود ہی اوچ پہنچ گئے ۔ یوں حضرت بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کو گھر بیٹھے گوہر مقصود ہاتھ آ گیا۔ اور آپ حضرت معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللّٰہ علیہ کی بیعت سے مشرف ہوئے۔

دوسری روایت کے مطابق حضرت بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ پیر کامل کی جستجو میں بغداد پہنچے اور وہاں امام ابو اللیث سمر قندی رحمۃ اللہ علیہ کی مسجد میں حضرت شہاب الدین سہر وردی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت برہان الدین چشتی رحمۃ اللّٰہ علیہ، حضرت اوحد الدین کرمانی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت محمود اصفہانی رحمۃ اللّٰہ علیہ اور حضرت داؤد کرمانی رحمۃ اللہ علیہ کی موجودگی میں حضرت معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر بیعت کی اور اُن سے خرقہ ارادت پایا۔(اللہ کے خاص بندے ،ص552,553)

عبادت وریاضت:

سیر الاقطاب میں ہے کہ حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے خدا تعالیٰ کے ساتھ مشغولی کی وجہ سے سونا بالکل ترک کر دیا تھا۔ شروع شروع میں نیند کے غلبہ کے وقت گھنٹہ آدھا گھنٹہ سو بھی جاتے تھے۔ آخر میں تو یہ حالت ہوگئی تھی کہ آپ 24 گھنٹہ مراقبہ فرماتے رہتے تھے بستر کو کمر لگانا نصیب نہ ہو تا تھا۔(ایضاًص59)

وصال:

حضرت خواجہ قطب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تاریخ وصال میں اختلاف ہے۔ ایک روایت ہے کہ حضرت قطب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تاریخ وصال 4 ربیع الاول 634 ہجری ہے دوسری روایت ہے کہ مطابق 645 ہجری کو سلطان شمس الدین التمش رحمۃ اللّٰہ علیہ کے عہد میں وصال فرمایا۔

وصال کے وقت حضرت قطب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کیا عمر تھی کسی نے پچاس برس کسی نے باون کسی نے 74 اور کسی نے یہ لکھا ہے کہ آپ کی عمر 30 برس بھی نہ ہوئی تھی ۔(سیرتِ طیبہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللّٰہ علیہ، ص، 51،از شبیر حسین چشتی نظامی)

نمازِ جنازہ پڑھانے کی وصیت:

حضرت قطب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوتے ہی کہرام مچ گیا، صف ماتم بچھ گئی۔

جنازہ تیار کیا گیا، سلطان شمس الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ مرید خاص و خلیفہ آنحضرت اور دیگر خلفاء فقرا اور مشائخ اور دہلی کے عوام و خواص جمع ہو گئے نماز جنازہ کی تیاری ہوئی حضرت مولانا ابو سعید نے اعلان کیا کہ ہمارے خواجہ کی وصیت ہے کہ میرے جنازہ کی نماز وہ آدمی پڑھائے۔ جو کسی فعلِ حرام کا مرتکب نہ ہوا ہو اور جس کی عصر کی سنت اور تکبیر اولیٰ فوت نہ ہوئی ہو۔ باوجو دیکہ اس مجمع میں سینکڑوں اولیاء، علماء، فضلا، اور عباد و زہاد موجود تھے لیکن سب حیران تھے کہ حضرت قطب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے جنازہ کی نماز کون پڑھائے سلطان شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ چپ وراست نظر ڈال رہے تھے کون خدا کا بندہ نماز پڑھانے کے لیے آگے بڑھے۔ مگر صدائے بر نخاست آخر جنازہ رکھے رکھے جب دیر ہو گئی تو سلطان شمس الدین رحمہ اللہ علیہ یہ فرماتے ہوئے آگے بڑھے "میں نہیں چاہتا کہ کسی شخص کو میرے حال کی اطلاع ہو لیکن چونکہ میرے خواجہ کا حکم کے سوا چارہ نہیں۔" نماز جنازہ کے بعد ایک طرف سے جنازہ کو کندھا حضرت سلطان شمس الدین رحمہ اللہ علیہ نے دیا اور تین طرف سے اور مشائخ نے دیا اور جائے مزار مبارک پر لے جا کر آپ کو سپرد آغوش خاک کر دیا۔ جس روز حضرت خواجہ قطب صاحب رحمہ اللہ علیہ کا وصال ہوا اسی رات کو حضرت شیخ بدرالدین غزنوی رحمہ اللہ علیہ نے خواب میں دیکھا کہ حضرت قطب رحمہ اللہ علیہ جانب پرواز کر رہے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ اے بدر الدین رحمۃ اللہ علیہ ! خدا کے دوست مرا نہیں کرتے ۔ خواب سے بیدار ہو کر مجھے معلوم ہوا کہ حضرت قطب صاحب رحمۃ اللّٰہ علیہ وصال فرما گئے۔(ایضاًص51,52)

اللہ پاک ان کے مزار پُر انوار پر کڑوروں رحمتوں کا نزول فرمائے اور ہمیں ان کے فیوض و برکات نصیب کرے۔

آمین ثم آمین

اسلامی رسوم ورواج

میلا دیوں منائیں!!!

محمد ثقلین عبد الرحمن ترابی نوری

سرورِ کائنات، مفخرِ موجودات، وجہِ تخلیق ارض و سماء، حضور سیّدُ المرسلین، شفیع المذنبین، خاتمُ النبیین ﷺ اللہ پاک کی سب سے بڑی نعمت اور وجہِ تخلیق کائنات ہیں۔ حدیثِ قُدسی ہے: لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الدُّنْيَا یعنی اے محبوب! اگر آپ نہ ہوتے تو میں دنیا پیدا نہ فرماتا۔(مواھب لدنیہ، 1/44)

صدیوں سے اہلِ ایمان آقا کریم ﷺ کا میلاد اپنے اپنے دور کے اعتبار سے مناتے چلے آ رہے ہیں۔ آقا کریم ﷺ کی آمد کا تذکرہ تخلیق زمین و آسمان سے لے کر ولادتِ سرورِ کائنات تک ہوتا رہا اور تب سے آج کے دن تک عُشّاق ان کی آمد کے گُن گا رہے ہیں۔ رسولِ کریم صلّی اللہ علیہ والہٖ وسلّم نے اپنی آمد کا دن روزہ رکھ کر منایا، صحابۂ کرام علیہم الرضوان نے کبھی تو باہم آمدِ سرکار اور اس کے سبب ہونے والے کرمِ خداوندی کا ذکر کر کے میلاد منایا تو کبھی ایران و شام کے محلات میں اسلام کا پرچم لہرا کر آمدِ سرکار کا اعلان کیا ہے۔

محدثینِ عظام نے اپنی کُتب میں ذکرِ میلاد و فضائلِ سرورِ کائنات کے ابواب باندھ کر میلاد منایا اور عُشّاق شعرا نے قصائد لکھ کر میلاد منایا، الغرض ہر کسی نے اپنی اپنی کیفیت و انداز اور سہولت وحالات کے مطابق آمدِ مصطفٰے صلی اللّٰہ علیہ وسلم کا ذکر کیا ہے۔

اور کیوں نہ کیا جائے ذکرِ آمدِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کہ رب تعالیٰ اپنے پاک ولاریب کلام میں ارشاد فرماتا ہے۔

قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَ بِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْاؕ-هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ(سورہ یونس، آیت ۵۸)

ترجمہ:

تم فرماؤ اللہ کے فضل اور اس کی رحمت پر ہی خوشی منانی چاہیے، یہ اس سے بہتر ہے جو وہ جمع کرتے ہیں۔

تفسیر صراط الجنان:

{قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَ بِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا: تم فرماؤ اللہ کے فضل اور اس کی رحمت پر ہی خوشی منانی چاہیے۔} کسی پیاری اور محبوب چیز کے پانے سے دل کو جو لذت حاصل ہوتی ہے اس کو ’’فَرح‘‘ کہتے ہیں، اور آیت کے معنی یہ ہیں کہ ایمان والوں کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فضل و رحمت پر خوش ہونا چاہئے کہ اس نے انہیں نصیحتیں، سینوں کی شفاء اور ایمان کے ساتھ دل کی راحت و سکون عطا فرمایا۔

اللہ تعالیٰ کے فضل اور رحمت سے کیا مراد ہے؟

اس آیت میں اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت سے کیا مراد ہے اس بارے میں مفسرین کے مختلف اَقوال ہیں، چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا، حضرت حسن اور حضرت قتادہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فضل سے اسلام اور اس کی رحمت سے قرآن مراد ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فضل سے قرآن اور رحمت سے اَحادیث مراد ہیں۔(خازن، یونس، تحت الآیۃ:۵۸، ۲/۳۲۰)

بعض علماء نے فرمایا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فضل حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ہیں اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت قرآنِ کریم۔

رب عَزَّوَجَلَّ فرماتا ہے:

’’وَ كَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْكَ عَظِیْمًا‘‘(نساء:۱۱۳)

ترجمہ: اور آپ پر اللہ کا فضل بہت بڑا ہے۔

بعض نے فرمایا: اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فضل قرآن ہے اور رحمت حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ہیں جیسا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ فرماتا ہے:

’’وَ مَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ‘‘(انبیاء:۱۰۷)

ترجمہ: اور ہم نے تمہیں تمام جہانوں کیلئے رحمت بنا کر ہی بھیجا۔

اور اگر بالفرض اِس آیت میں متعین طور پر فضل و رحمت سے مراد سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ذاتِ مبارکہ نہ بھی ہو تو جداگانہ طور پر تو اللہ کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ یقیناً اللہ تعالیٰ کا عظیم ترین فضل اور رحمت ہیں۔ لہٰذا فنِ تفسیر کے اس اصول پر کہ عمومِ الفاظ کا اعتبار ہوتا ہے، خصوصِ سبب کا نہیں، اس کے مطابق ہی نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ذاتِ مبارکہ کے حوالے سے خوشی منائی جائے گی خواہ وہ میلاد شریف کر کے ہو یا معراج شریف منانے کے ذریعے، ہاں اگر کسی بدنصیب کیلئے یہ خوشی کا مقام ہی نہیں ہے تو اس کا معاملہ جدا ہے، اسے اپنے ایمان کے متعلق سوچنا چاہیے۔(تفسیر صراط الجنان، سورہ یونس آیت 58)

جب یہ بات یقینی ہے کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ رب العزت کی نعمتِ عظمٰی و کبریٰ ہیں تو بحکم قرآن مجید ہمیں چاہیے کہ ہم رب العالمین اس عظیم نعمت کا خوب چرچا کریں اور اس فضل و رحمت پر خوشی منائیں۔

الحمد للہ! اہلِ سنت و جماعت جو کہ اہلِ محبت ہیں حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے بے پناہ محبت کرتے ہیں اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر سے اپنے قلوب و اذہان کو جِلا بخشتے ہیں، اسی ذکر اور محبت کے اظہار کا ایک ذریعہ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محافل سجانا، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی خوشی منانا ہے۔

وقت اور دور کے مطابق میلاد منانے کے طریقوں میں تبدیلی واقع ہوتی رہی، آج جہاں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا میلاد محفل نعت اور درود و سلام کے ذریعے منایا جاتا ہے وہیں برقی قمقموں اور جگمگاتی لائٹوں کے ذریعے بھی اہلِ محبت اپنی عقیدتوں اور محبتوں کا اظہار کرتے ہیں۔

ہماری ملکی صورت حال اور مہنگائی کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے یہ کہنا بالکل غلط نہ ہو گا کہ کئی سفید پوش لوگ ایسے بھی ہیں جن کے گھروں میں فاقے کی نوبت آ پہنچی ہے، اور وہ اپنی سفید پوشی اور خودداری کے سبب کسی کے سامنے ہاتھ پھیلانا بھی گوارا نہیں کرتے، کئی طلباء ایسے ہیں جو مہنگائی کی وجہ سے اپنی تعلیم مکمل نہیں کر پا رہے، کتابیں خریدنے کے پیسے نہیں کہ تعلیم جاری رکھ سکیں۔

▪ ہمیں چاہیے کہ اب اس انداز سے بھی میلاد منائیں کہ کسی سفید پوش کے یہاں بند لفافے میں کچھ رقم (حسب استطاعت) رکھ کر اس پر "جشن عید میلاد النبی ﷺ مبارک ہو" لکھ کر بطور عیدی پیش کریں، تاکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دکھیاری امت کی کچھ مدد ہو سکے اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قلبِ اطہر کو ہماری جانب سے خوشی پہنچے۔

▪ جو طلباء کتابیں نہیں خرید سکتے اپنی دینی تعلیم کے اخراجات اٹھانے سے قاصر ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی تعلیم کے حصول کے لیے ان کی معاونت کی جائے تاکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کے وارثین کی کثرت ہو، کیونکہ یہ علماء ہی ہمارے ایمان و عقیدے کے محافظ ہیں۔

▪ اگر آپ دوکاندار ہیں تو اپنی دوکان کی اشیاء پر جس قدر آپ کے لیے آسانی ہو ڈسکاؤنٹ آفر رکھیں میلاد النبی ﷺ کی خوشی میں، اس سے بھی صاحبِ میلاد ﷺ کی امت کی مدد و اعانت ہو گی۔

▪ اس مرتبہ اس انداز سے بھی میلاد منائیں کہ حضور ﷺ کی کچھ سنتوں کو مضبوطی سے تھام لیا جائے، جیسے: مسواک شریف وغیرہ

▪ میلاد منانے کا ایک بہترین طریقہ یہ بھی ہے کہ اگر خدانخواستہ ہم میں سے کوئی بے نمازی ہے وہ آج سے عہد کر لے کہ ان شاء اللہ اب سے کوئی نماز ترک نہیں کروں گا فرائض و واجبات کو ان کے وقتوں پر ادا کروں گا اور جو نمازیں ترک ہوئی ہیں جلد از جلد ان کی قضاء کروں گا۔

▪ اپنے گھر والوں اور دوست و احباب میں حضور ﷺ کی سیرت سے متعلق کوئی کتاب تحفۃً پیش کیجیے، جیسے کہ سیرت پر ایک بہترین کتاب علامہ عبد المصطفیٰ اعظمی علیہ الرحمہ کی کتاب "سیرتِ مصطفیٰ ﷺ" ہے، یہ میلاد منانے کا ایک خوبصورت طریقہ ہے۔

▪ اپنے بچوں کو حضور ﷺ کی سیرت کے واقعات، حضور ﷺ کی آل و اصحاب رضی للہ عنہم کی سیرت کے واقعات سنائیں تاکہ ان کے دل میں عشقِ مصطفیٰ ﷺ کی شمع فروزاں ہو اور آل و اصحاب رضی للہ عنہم کی محبت پیدا ہو۔

▪ کثرت کے ساتھ سرکارِ دو عالم ﷺ کی ذاتِ مبارکہ پر درود و سلام کے نذرانے بھیجیں۔ بلخصوص صبح بہاراں کے وقت اہتمام کے ساتھ سرکارِ دو عالم ﷺ کی ذات پر درود و سلام پڑھیں اور جلوس میں باوضو ادب و احترام کے ساتھ شرکت فرمائیں۔

یہ چند انداز ہیں میلاد منانے کے ہمیں ضرورت ہے کہ اپنی محافل کو ہر طرح کی خرافات سے بچائیں تاکہ کسی کو بے جا اعتراض کا موقع نہ ملے۔

ہمیں چاہیے کہ ہمارا کردار اتنا ستھرا ہو کہ ہمیں زبان سے بتانا نہ پڑے کہ ہم غلامانِ مصطفیٰ ﷺ ہیں بلکہ ہمارا کردار خود اس بات کی گواہی دے کہ ہم واقعی "سچے محب و عاشقِ رسول ﷺ" ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ہمیشہ حضور ﷺ کی محبت میں زندہ رکھے ہماری نسلوں کو عاشقِ رسول ﷺ بنائے اور ہمیں حقیقی صحیح معنوں میں میلاد منانے کی توفیق رفیق مرحمت فرمائے۔

آمین ثم آمین بجاہ خاتم النبیین ﷺ

ہمارے اسلاف

حضرت علاء الدین صابر کلیری علیہ رحمۃ الغنی

محمد احسان رضا عطاری

سلسلہ عالیہ چشتیہ کے عظیم بزرگ حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں آپ کے بھانجے اور مرید علم دین سیکھنے کے لیے حاضر ہوئے تو آپ نے سب سے پہلے فرض اور نفل نمازوں پر استقامت اختیار کرنے کی نصیحت فرمائی اور انہیں لنگر خانے کی ذمہ داری عطا فرمادی۔ چونکہ پیر و مرشد نے لنگر کی تقسیم کا حکم فرمایا تھا اُس میں سے کھانے کا واضح طور پر نہیں فرمایا تھا لہٰذا یہ سعادت مند مرید حکمِ مرشد پر عمل کرتے ہوئے لنگر خانے سے کھانا تقسیم فرماتا لیکن خود ایک لقمہ بھی نہ کھاتا۔ پورا دن روزے سے رہتا اور جنگلی درخت کے پتوں، پھلوں اور پھولوں سے افطار کر لیا کرتا۔

ایک عرصے تک یہ سلسلہ جاری رہا لیکن اس مجاہدے کی وجہ سے جسم نہایت کمزور ہو گیا۔ جب حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے سعادت مند بھانجے اور کامل مرید کی کیفیت دیکھی تو آپ نے پوچھا: آپ کھانا تقسیم کر کے خود بھی کچھ کھاتے ہیں یا نہیں؟ سعادت مند مرید نے نگاہیں جھکا کر نہایت ادب سے بارگاہِ مرشد میں عرض کیا عالی جاہ! آپ نے کھلانے کا حکم ارشاد فرمایا تھا، مجھ میں اتنی جرأت کہاں کہ مرشد کی اجازت کے بغیر ایک دانہ بھی کھا سکوں؟ یہ جواب سن کر حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ سعادت مند بھانجے اور کامل مرید کے صبر سے بہت خوش ہوئے اور سینے سے لگا کر "صابر" کا لقب عطا فرمایا۔ (فیضانِ حضرت صابر پاک، ص2)

حضرت سیدنا فرید الدین رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ سے صابر کا لقب پانے والے کامل مرید "بانی سلسلہ چشتیہ صابریہ حضرت علاء الدین علی احمد صابر کلیری علیہ رحمۃ القوی" ہیں۔

تہجد کے وقت ولادت

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت 19 ربیع الاول 592 ہجری بمطابق 19 فروری 1196 عیسوی کو بوقتِ تہجد بروز جمعرات ہرات (افغانستان) میں ہوئی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ حسنی سید ہیں اور حضورِ غوثِ پاک کی اولاد میں سے ہیں۔ حضرت سیدنا ابو القاسم گرگانی علیہ رحمۃ الوالی نے آپ کے کان میں اذان دی اور فرمایا: یہ بچہ قطبِ عالَم ہو گا۔ (ایضاً، ص5-3 ملتقطا)

نام کیسے رکھا گیا؟

منقول ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت سے قبل حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم نے خواب میں "علی" نام رکھنے کا حکم فرمایا پھر نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں تشریف لا کر "احمد" نام رکھنے کا حکم فرمایا۔ یوں آپ کا نام "علی احمد" رکھا گیا۔ آپ کی ولادت کے بعد ایک بزرگ آپ کے ابو جان سے ملاقات کے لیے تشریف لائے اور آپ کو دیکھ کر فرمایا: یہ بچہ علاء الدین کہلائے گا۔ آپ کے ماموں حضرت سیدنا فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو "صابر" کا لقب عطا فرمایا یہی وجہ ہے کہ آپ کو "علاء الدین علی احمد صابر" کے نام سے شہرت حاصل ہوئی۔ (حضرت مخدوم علاء الدین علی احمد صابر کلیری، ص42)

عبادت و ریاضت

آپ رحمۃ اللہ علیہ پنجگانہ نماز کے ساتھ ساتھ تہجد کے بھی پابند تھے، چنانچہ حضرت سیدنا صابر پاک نے چھ سال کی عمر سے باقاعدہ ظاہری و باطنی آداب کے ساتھ نماز ادا کرنی شروع فرمادی تھی اور کہا جاتا ہے کہ ساتواں سال شروع ہونے پر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے پابندی کے ساتھ تہجد کی نماز پڑھنی شروع فرمادی۔ اللہ پاک کی عبادت میں ہر وقت مشغول رہتے بلکہ نمازِ تہجد کے بعد اکثر آپ کے کمرے سے ذکر اللہ کی آوازیں سنائی دیتی تھیں۔ (فیضانِ حضرت صابر پاک، ص8) اسی طرح آپ رحمۃ اللہ علیہ نے چھوٹی عمر سے ہی روزہ رکھنے کا معمول بنالیا اور یہ عادت آخری عمر تک جاری رہی۔

علومِ ظاہری کی تکمیل

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ابو جان کا انتقال ہو گیا تو امی جان نے آپ کو اپنے بھائی حضرت فرید الدین رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے کر دیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی خداداد صلاحیت کی وجہ سے صرف تین سال کے مختصر عرصے میں کئی ظاہری علوم حاصل کر لئے، حضرت بابا فرید الدین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: علاء الدین علی احمد صابر نے تین سال میں عربی و فارسی کی کتبِ فقہ، حدیث، تفسیر، منطق و معانی وغیرہا علوم کی تکمیل کی۔ یہ سب علوم اتنی جلدی حاصل کر لئے کہ کوئی دوسرا بچہ 15 سال میں بھی حاصل نہیں کر سکتا تھا۔ (حضرت مخدوم علاء الدین علی احمد صابر کلیری، ص48 ملتقطا)

معمولاتِ مبارکہ

آپ رحمۃ اللہ علیہ دن رات اللہ پاک کی یاد میں گزارتے، لوگوں کی صحبت سے بچتے، اکثر خاموش رہا کرتے، آپ کی خاموشی میں بھی ایک کشش تھی اور جب کبھی آپ کچھ ارشاد فرماتے تو فقط ایک جملے میں کئی سوالات کے جوابات عطا فرما دیتے۔ آپ اپنی کرامتوں کو چھپاتے، اگر کوئی اس کا ذکر کرتا تو اسے نہایت خوبصورتی سے ٹال دیتے، آپ رحمۃ اللہ علیہ تارک الدنیا (یعنی دنیا سے بے رغبتی رکھنے والے) بزرگ تھے لیکن لوگوں کی اصلاح ضرور فرماتے، ان خوبیوں کی وجہ سے آپ رحمۃ اللہ علیہ دنیا کی رونق تھے۔ (ایضاً، ص81 ماخوذا)

خلافت کی عظیم الشان محفل

رمضان المبارک میں بعد نمازِ تہجد حضرت سیدنا بابا فرید الدین رحمۃ اللہ علیہ کچھ دیر کے لیے آرام فرما ہوئے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کی آنکھ لگ گئی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے دیکھا کہ ایک ایسے مقامِ پُرانوار میں اپنے پیر و مرشد حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی علیہ رحمۃ الوالی کے ساتھ موجود ہیں کہ ہر طرف نور ہی نور ہے۔ ایک عالی شان دربار سجا ہے اللہ پاک کے آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم موجود ہیں۔ نیز سلسلہ چشتیہ کے تمام بزرگ بھی حسبِ مراتب اپنی اپنی جگہوں پر موجود ہیں۔ حضرت خواجہ بختیار کاکی علیہ رحمۃ الوالی نے حکم دیا: مخدوم علی احمد کو مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پیش کیجئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے حکمِ مرشد پر عمل کرتے ہوئے حضرت سیدنا علی احمد صابر کو بارگاہِ رسالت میں حاضر کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صابر پاک کی پشت پر سیدھے کندھے کی جانب چوما اور فرمایا: یہ اللہ پاک کا ولی ہے، اس کے بعد وہاں موجود تمام بزرگوں اور فرشتوں نے سنتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو ادا کرتے ہوئے اسی مقام کو چوما اور کہا: یہ اللہ پاک کا ولی ہے۔ پھر ہر طرف سے مبارکباد کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ اس مبارک باد کی آواز سے بابا فرید الدین کی آنکھ کھل گئی۔ اگلے دن بابا فرید الدین نے ایک عالی شان محفل جس میں حضرت شیخ ابو الحسن شاذلی، حضرت شیخ حمید الدین ناگوری، حضرت شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی، حضرت شیخ ابو القاسم گُرگانی رحمہم اللہ سمیت بڑے بڑے علماء و اولیائے کرام شریک ہوئے۔ حضرت بابا فرید الدین نے سب کے سامنے اپنا خواب بیان فرمایا جسے سنتے ہی وہاں موجود تمام بزرگوں نے ایک ایک کرکے صابر پاک کی مہرِ ولایت کو چوما اور "یہ اللہ پاک کا ولی ہے" کہہ کر مبارک باد دی۔ اس کے بعد بابا فرید الدین گنج شکر نے آپ کو خاندانِ چشتیہ کی امامت و خلافت عطا فرما کر اپنے مبارک ہاتھ سے اپنی بابرکت ٹوپی پہنائی اور سبز سبز عمامے سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی دستار بندی فرمائی پھر کلیر شہر کی ولایت و خلافت کی سند سب حاضرینِ محفل کو سنا کر عطا فرمائی۔

(تذکرۂ حضرت صابرِ پاک، ص47)

الغرض آپ رحمۃ اللہ علیہ اللہ پاک کے ایسے ولی تھے کہ جن کی عبادت اعلیٰ، ریاضت میں کوئی ثانی نہیں، اخلاق و عادات اللہ و رسول کے پسندیدہ، علوم ظاہری و باطنی پر مکمل عبور، اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہوں میں مقبول و محبوب۔۔۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی سیرتِ طیبہ کا ایک مضمون میں احاطہ کرنا میرے جیسے کم علم کے لئے ناممکن ہے اسلئے جو لکھا گیا اس سے بھی آپ کی سیرتِ طیبہ کے متعلق ایک حد تک معلومات حاصل کی جاسکتی ہے، آخر میں انتقالِ پُرملال کے بارے میں بھی جان لیجئے:

انتقالِ پُرملال

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دن شمس الدین تُرک (جو آپ کے مرید و خلیفہ تھے) سے فرمایا: جب آپ سے کوئی کرامت ظاہر تو سمجھ لیجئے گا کہ میرا انتقال ہو گیا ہے۔ جس دن حضرت سیدنا شمس الدین ترک سے کرامت ظاہر ہوئی فوراً کلیر شریف حاضر ہوئے تو حضرت صابر پیا کلیری علیہ رحمۃ القوی کا انتقال شریف 13 ربیع الاول 690 ہجری بمطابق 15 مارچ 1291 عیسوی کو ہوا اور حضرت سیدنا شمس الدین ترک رحمۃ اللہ علیہ نے کفن و دفن کی خدمت انجام دی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مزار شریف کلیر شریف ضلع سہارن پور (یوپی) ہند نہر گنگ کے کنارے ہے۔

(فیضانِ حضرت صابر پاک، ص41)

جھولیاں بھر لو فقیرو! گوہرِ مقصود سے
منبعِ جود و سخا، بحرِ عطا کلیر میں ہے

اللہ کریم اولیاء کرام رحمہم اللہ کے صدقے ہمیں دارین میں کامیابیوں سے سرفراز فرمائے اور تاحیات اولیاء کرام سے سچی پکی محبت و عقیدت رکھنا نصیب فرمائے۔

آمین بجاہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم

سوال وجواب

کیا حضور کی ولادت بارہ ربیع الاول ہی ہے؟

ابن سلیم عبد الرحمٰن عطاری

مصنف کتبِ کثیرہ شیخ الحدیث والتفسیر مفتی فیض احمد اویسی (رحمۃ اللہ علیہ) نے اپنی ایک تصنیف لطیف میں تحریر فرمایا:

یہ ایک مسلمہ امر ہے کہ مسلمانانِ عالَم شروع ہی سے متفقہ طور پر یوم ولادت مصطفیٰ {صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم} 12 ربیع الاول کو مناتے چلے آرہے ہیں اور آج بھی یہ مبارک دن دُنیا کے تمام ممالک میں 12 ربیع الاول ہی کو نہایت تزک واحتشام کے ساتھ منایا جاتا ہے۔ اہالیانِ مدینہ طیبہ اپنے اپنے گھروں میں بھی اسی تاریخ کو میلاد شریف کی محافل منعقد کرتے ہیں، لیکن اس کی زیادہ تشہیر نہیں کی جاتی۔ دُنیا میں کوئی ایسا ملک یا علاقہ نہیں جہاں 12 ربیع الاول کے علاوہ کسی اور تاریخ کو یوم ولادت منایا جاتا ہو۔ بعض مؤرخین نے 12 ربیع الاول کے علاوہ جو تاریخیں لکھی ہیں وہ یا تو اُن کے سہو یا کمزور روایات پر انحصار کے نتیجے میں اُن سے لغزش سرزد ہوئی ہے۔ اور اسلامی لٹریچر میں ایسی باتیں یا روایتیں بیشمار ملتی ہیں۔ لیکن جو لوگ میلاد النبی {صلی علیہ و آلہ وسلم} منانے کے مخالف ہیں، انھوں نے مؤرخین کے اس سہو یا تسامح سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے یہ اشتباہ پیدا کرنے کی کوشش کی ہے کہ 12 ربیع الاول صحیح تاریخ ولادت نہیں ہے اور موجودہ دور کے بعض سیرت نگاروں نے محمود پاشا فلکی کی علم نجوم اور ریاضی کے ذریعے دریافت کی ہوئی تاریخ 9 ربیع الاول کو صحیح قرار دیا ہے۔ حالاں کہ سیرت کی اولین کتب میں یہ تاریخ نہیں ملتی اور نہ کسی صحابی یا تابعی کا کوئی قول 9 ربیع الاول کے بارے میں ملتا ہے۔

جمہور کی آواز: دین و دنیا کا یہ قانون ہے اور ہر ذہن کو قابل قبول ہے کہ بات وہی حق ہوتی ہے جس طرف جمہور ہوں، فقیر ذیل میں جمہور از صحابہ کرام تا حال کی تصریحات عرض کرے جس میں متفقہ فیصلہ ہے کہ حضور سرور عالم {صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم} کی ولادت کریمہ 12 ربیع الاول کو ہے، اس کے برعکس نہ صرف 9 بلکہ 12 ربیع الاول 5 ربیع الاول 10 ربیع الاول تمام اقوال ناقابلِ قبول ہیں; اس لیے کہ یہ تمام اقوال خلاف تحقیق یا مؤول ہیں۔

حوالاجات ملاحظہ ہو:

1) ابو الفداء اسمٰعیل ابنِ کثیر کا قول:

حضور سید عالم {صلی اللہ علیہ آلہ وسلم} کی ولادت کے بارے میں حافظ ابو بکر بن ابی شیبہ نے صحیح اسناد سے روایت فرمایا:

عفان سے روایت ہے; وہ سعید بن مینا سے روایت کرتے ہیں کہ جابر اور ابن عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) نے فرمایا کہ: رسول اللہ کی ولادت عام الفیل میں سوموار کے روز بارہویں ربیع الاول کو ہوئی۔ (السیرۃ النبویۃ لابن کثیر الجزء، الصفحۃ 199)

فائدہ: اس حدیث کے راوی ابو بکر بن محمد بن شیبہ بڑے ثقہ، حافظ حدیث تھے۔ ابو زرعہ رازی المتوفی 264ھ فرماتے ہیں: "میں نے ابو بکر بن محمد بن شیبہ سے بڑھ کر حافظ حدیث نہیں دیکھا۔"

نوٹ: مخالفین ابن تیمیہ کے بعد ابن کثیر کو اپنا امام مانتے ہیں۔

2) ابن اسحاق کا قول:

حضرت محمد بن اسحاق رسول اکرم {صلی اللہ علیہ آلہ وسلم} کی ولادت کے بارے میں لکھتے ہیں:

آنحضرت ﷺ پیر کے دن بارہ ربیع الاول عام الفیل کو جلوہ افروز ہوئے۔ (سیرت ابن ھشام، الجزء 1، الصفحۃ 158)

ابن اسحاق کی تالیف، سیرت کے موضوع پر پہلی تحریر ہے۔

3) ابن ہشام کا قول:

حضرت ابو محمد عبد المالک بن محمد بن ہشام متوفی 213ھ نے "سیرت ابن ہشام" میں لکھا ہے:

رسولِ خدا {صلی اللہ علیہ آلہ وسلم} پیر کے دن بارھویں ربیع الاول کو پیدا ہوئے۔ جس سال اصحاب فیل نے مکہ پر لشکر کشی کی تھی۔

4) علامہ ابنِ جوزی کا قول:

ابو الفرج عبد الرحمٰن جمال الدین بن علی محمد القرشی البکری الحنبلی نے "مولد النبی" کے نام سے ایک رسالہ لکھا۔ جس میں تاریخ پیدائش کے بارے میں لکھا ہے:

تاریخ ولادت میں اختلاف ہے۔ اس بارے میں تین قول ہیں۔ ایک یہ کہ آپ {صلی اللہ علیہ آلہ وسلم} ربیع الاول کی بارھویں شب کو پیدا ہوئے۔ یہ حضرت ابن عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کا قول ہے۔ دوسرا قول یہ کہ اس ماہ کی آٹھویں تاریخ کو پیدا ہوئے; یہ حضرت عکرمہ کا قول ہے۔ تیسرا قول یہ کہ آپ {صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم} کی ولادت 2 ربیع الاول کو ہوئی; یہ حضرت عطا کا قول ہے۔ مگر سب سے صحیح قول پہلا قول ہے۔

"علامہ ابن جوزی ایک فصیح البیان واعظ، بلند پایہ محقق اور عظیم المرتبت مصنف تھے۔ اندازاً تین سو کتابیں لکھیں۔ علامہ ابن جوزی نے 12 ربیع الاول کے علاوہ 2,8 اور 10 ربیع الاول کے بارے میں اقوال نقل کیے ہیں، لیکن 12 ربیع الاول پر انھوں نے اجماع نقل کیا ہے۔

5) شیخ الاسلام علامہ ابن حجر عسقلانی:

شارح بخاری نے لکھا ہے:

ابن اسحاق نے فرمایا ہے کہ آپ {صلی اللہ علیہ آلہ وسلم} پیر کے دن بارہ ربیع الاول کو جلوہ افروز ہوئے۔(السیرۃ النبویۃ لابن ھشام الجزء الاول، الصفحۃ 159)

6) فاضل زرقانی:

فاضل زرقانی فرماتے ہیں:

مشہور یہی ہے کہ آپ {صلی اللہ علیہ آلہ وسلم} پیر کے دن بارہ ربیع الاول کو پیدا ہوئے اور امامِ مغازی محمد بن اسحاق کا یہی قول ہے۔

7) احمد موسیٰ الکبری:

احمد موسیٰ الکبری کی کتاب "التاریخ العزلی القدیم والسیرۃ النبویۃ"۔ سعودی وزارۃ المعارف نے 1396ھ میں طبع کرائی۔ اس میں آنخضرت {صلی اللہ علیہ آلہ وسلم} کی ولادت کے متعلق ہے:

رسولِ کریم محمد مصطفیٰ {صلی اللہ علیہ آلہ وسلم} مکہ مکرمہ میں عام الفیل کے سال پیر کے دن 12 ربیع الاول بمطابق 20 اپریل 571ء کو صبح کے وقت ہوئے۔

8) ابراہیم الابیاری:

ابرہیم الابیاری "مھذب السیرۃ النبویۃ" میں رقم طراز ہیں:

ابن اسحاق نے فرمایا: رسول اللہ {صلی اللہ علیہ آلہ وسلم} پیر کے دن 12 ربیع الاول کو عام الفیل میں پیدا ہوئے۔(السیرۃ النبویۃ لابن ھشام الجزء الاول، الصفحۃ 159)

9) ابنِ سید الناس:

ابن سید الناس نے "عیون الاثر" میں لکھا ہے:

ہمارے پیارے آقا {صلی اللہ علیہ آلہ وسلم} پیر کے دن جب 12 ربیع الاول کی راتیں گزری تھیں. عام الفیل میں پیدا ہوئے۔(عیون الاثر الجزء 1، الصفحۃ 39)

10) امام محمد غزالی:

امام محمد غزالی نے "فقہ السیرۃ" میں حضور {صلی اللہ علیہ آلہ وسلم} کی تاریخ ولادت یہ درج فرمائی ہے۔

570ء میں 12 ربیع الاول 53 قبل ہجرت۔

11) ڈاکٹر عبدہ' یمانی:

آپ نے اپنی کتاب "علموا اولادکم محبۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم" میں ربیع الاول کی 12 تاریخ کو صحیح قرار دیا ہے۔

12) ڈاکٹر محمد سعید رمضان البوطی:

ڈاکٹر محمد سعید رمضان البوطی رقم طراز ہیں:

جہاں تک آپ {صلی اللہ علیہ آلہ وسلم} کی ولادت کا تعلق ہے وہ عام الفیل میں تھی۔ یعنی اس سال میں جب ابرہہ الاشرم نے یہ کوشش کی کہ وہ مکے پر حملہ کر کے کعبے کو گرا دے۔ لیکن خداوندِ عالم نے کھلی نشانی کے ذریعے اس کو وہاں سے دفع کیا جس کا ذکر قرآن مجید میں موجود ہے۔ ولادت کے متعلق زیادہ قوی قول یہ ہے کہ وہ پیر کے دن تھی اور ربیع الاول کے مہینے کی بارہ راتیں گزر چکی تھیں۔(۱۲ / ربیع الاول ولادت یا وصال صفحہ 12 تا 18 مخلصا)

امام اہلسنت اعلیٰ حضرت محدث بریلی امام احمد رضا خان (علیہ رحمۃ الحنان) نے بھی 12 ربیع الاول کے قول کو معتبر فرمایا ہے۔ چنانچہ اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت امام اہل سنت امام احمد رضا خان (علیہ رحمۃ الحنان) فرماتے ہیں:

"اس (ولادت کی تاریخ کے بارے) میں اقوال بہت مختلف ہیں: دو، آٹھ، دس، بارہ، سترہ، اٹھارہ، بائیس، سات (7) قول ہیں، مگر اشہر و اکثر و ماخوذ و معتبر بارہویں ہے۔(فتاویٰ رضویہ جلد 26 صفحہ 411)

یہاں یہ بات زیر نظر رہے کہ جن معتمد علما کرام نے اپنی تحقیق کی بنیاد پر 12 ربیع الاول کے علاوہ کا قول فرمایا ہے۔ ہم انکا بھی احترام کرتے ہیں۔ کیونکہ ان علما کرام کا مقصد غلط نہیں ہے۔ ہمارے مخالفین وہ لوگ جو اپنے الگ الگ فریبوں سے عوام کو گمراہ کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔ کبھی شرک شرک کے نعرہ لگاتے ہیں کبھی بدعت بدعت کی چیخیں بلند کرتے ہیں۔ اور میلاد مصطفیٰ {صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم} سے چڑتے ہیں۔ اللہ کریم ہمیں اور ہماری نسلوں کو بھی ان سے بچائے۔

خاک ہو جائیں عدو جل کر مگر ہم تو رضاؔ
دم میں جب تک دَم ہے ذِکر اُن کا سُناتے جائیں گے

اللہ کریم ہمیں حدودِ شرع میں رہتے ہوئے میلاد مصطفیٰ {صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم} منانے کی توفیق عطا فرمائے اور کل بروزِ قیامت غلامانِ رسول {صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم} کی صف میں جگہ عطا فرمائے۔

آمین
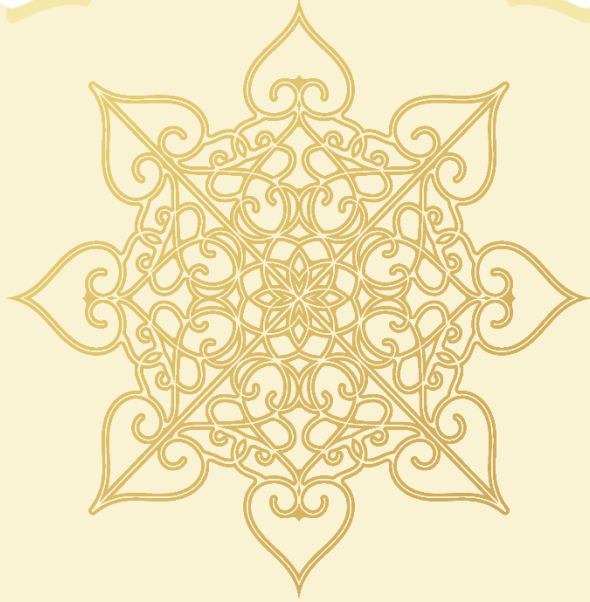
سیدہ عائشہ (رضی اللہ عنہا) سے روایت ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے یہ آیت تلاوت فرمائی (اَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاۗءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاۗءَ تَاْوِيْلِهٖ ° وَمَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ ۘ وَالرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ ۙ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا ۚ وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ) (3 - آل عمران : 7) وہی ہے جس نے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر یہ کتاب نازل کی اس میں بعض آیات محکم ہیں جو کہ کتاب کی اصل اور بنیاد ہیں (جن کے معنی واضح ہیں) اور دوسری متشابہات (جن کے معنی واضح نہیں) پس وہ لوگ جن کے دلوں میں کجی ہے وہ قرآن کی متشابہات آیات کی اتباع فتنہ طلب کرنے اور اس کی تاویل کی تلاش کرنے کے لیے کرتے ہیں حالانکہ ان کی تفسیر سوائے اللہ کے کوئی نہیں جانتا جو علم میں پختگی رکھتے ہیں وہ کہتے ہیں ہم اس پر ایمان لائے یہ سب ہمارے پروردگار کی طرف سے ہے اور نصیحت صرف عقلمند ہی قبول کرتے ہیں سیدہ نے کہا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو قرآن کے متشابہات کی پیروی کرتے ہیں تو یہی وہ لوگ ہیں جن کا اللہ نے نام ذکر فرمایا پس ان سے بچو۔